مرض نفاق سے متعلق قرآن وحدیث، آثار سلف اور تاریخی واقعات کی روشنی میں ایک نہایت جامع و مؤثر مضمون

نفاق

ایک مہلک بیماری

تحریر

مولانا محمد عبد القوی مدظلہ

ناظم ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

ناشر

ادارہ اشرف العلوم

خواجہ باغ، حیدرآباد

باسمہ تعالیٰ

نفاق

ایک مہلک بیماری

مرض نفاق سے متعلق قرآن، حدیث، آثار سلف اور تاریخی واقعات کی روشنی میں
ایک نہایت جامع و موثر مضمون

تحریر

مولانا محمد عبدالقوی مدظلہ

ناظم ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

ناشر

مکتبہ فیض ابرار، نزد مسجد اکبری، اکبر باغ، حیدرآباد - ۳۶ (اے۔پی)

نام کتاب	نفاق، ایک مہلک بیماری
مصنف	مولانا محمد عبدالقوی
ناشر	مکتبہ فیض ابرار، اکبر باغ حیدرآباد
باہتمام	ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد
صفحات	۱۰۴
تاریخ اشاعت	نومبر ۲۰۰۴ء
کمپیوٹر کتابت	الاکرم گرافکس، سعیدآباد، حیدرآباد
طباعت	اے-ایس گرافکس، حیدرآباد
قیمت	35/- روپے

ملنے کے پتے

- ادارہ اشرف العلوم، خواجہ باغ کالونی، سعیدآباد، حیدرآباد-۵۹
- عکاظ کتاب گھر، مہدی پٹنم چوراہا نزد مسجد عزیزیہ حیدرآباد
- ہندوستان پیپر ایمپوریم، مچھلی کمان، چارمینار، حیدرآباد
- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد
- مدرسہ خیرالمدارس، چودھری نگر، لاتور، مہاراشٹر
- مدینہ بک ڈپو، روبرو مرکز مسجد چتورپیٹ، گنٹور (اے-پی)

فہرست مضامین

۱-	کلمات بابرکات — استاذی المحترم حضرت مولانا مفتی نوال الرحمٰن صاحب مفتاحی مدظلہ	۴
۲-	تقریظ — برادر محترم مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مدظلہ	۵
۳-	تقدیم — محمد عبدالقوی عفی عنہ	۶
۴-	مشرکین مکہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اثر اور ردعمل	۱۳
۵-	نفاق کی حقیقت اور اس کی تعریف	۱۵
۶-	نفاق کے اقسام اور درجات	۱۷
۷-	نفاق —— قرآن کریم کی روشنی میں	۲۰
۸-	نفاق —— احادیث شریفہ کی روشنی میں	۴۰
۹-	نفاق —— صحابہ کرام اور سلف صالحین کی نگہ میں	۵۱
۱۰-	نفاق —— تاریخ و واقعات کے آئینہ میں	۵۷
۱۱-	منافقانہ عادتیں اور شریعت اسلامی	۶۷
۱۲-	نفاق کے دنیوی و اخروی نتائج	۹۲
۱۳-	نفاق پیدا کیسے ہوتا ہے؟	۹۵
۱۴-	نفاق دور کیسے ہوتا ہے؟	۹۹
۱۵-	حاصل کلام	۱۰۱
۱۶-	پس چہ باید کرد!	۱۰۲

کلماتِ بابرکات

استاذی المحترم حضرت مولانا مفتی نوال الرحمٰن صاحب مفتاحی مدظلہ العالی

سابق صدر مدرس دارالعلوم حیدرآباد، خطیب جامع مسجد شکاگو

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

صلاح وفساد کا اصل منبع قلب ہے اور فساد قلبی کی جڑ ''نفاق وارتیاب'' ہے۔ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ قلب درست رہتا ہے تو تمام اعضاء درست رہتے ہیں اور وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام اعضاء غلط چلنے لگتے ہیں، اس سے آپ سمجھ لیں کہ دل میں اگر ''ایمان ویقین'' ہوگا تو آدمی کے اعضاء وجوارح سے اعمالِ صالحہ کا صدور ہوگا اور اگر خدانخواستہ دل میں ''نفاق وارتیاب'' ہوگا تو پھر اس کے جسم سے جو اعمال صادر ہوں گے وہ، وہ ہوں گے جن کی قرآن وحدیث نے سخت مذمت کی ہے اور جن سے چھٹکارا اور توبہ کے بغیر آدمی رضائے الٰہی کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ لیکن آج ''نفاق وارتیاب'' کا یہ موذی ومہلک مرض اس قدر عام ہوگیا ہے کہ اس کے ہونے کا احساس تک نہیں ہے۔

مولانا محمد عبدالقوی صاحب زیدمجدہ نے اس اہم موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مولانا موصوف میں الحمدللہ تقریر، تحریر اور انتظام تینوں صفات جمع ہیں، جو بہت شاذ ہوتا ہے، تحریر میں تحریر کے تقاضے، آداب، مناسبات سب ہی جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ تصنیف بھی سب کی جامع ہیں، کہیں کہیں سے دیکھا، بہت مفید معلوم ہوئی، اس مضمون پر کام کرنے کی شدید ضرورت تھی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی مساعی کو قبول ونافع بنائے۔ آمین

والسلام

محمد نوال الرحمٰن

۲۵ر رمضان المبارک ۲۵ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب زیدمجدہم

ناظم مقامی مجلس دعوۃ الحق ونائب ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد

نفاق ایک خفیہ مرض اور بدترین مہلکہ ہے، قرآن وحدیث میں اس کے سلسلہ میں بہت تفصیل سے کلام کیا گیا ہے اور اس کی مذمت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ زیرِ نظر رسالہ جو برادرِ عزیز مولانا محمد عبدالقوی صاحب سلمہ نے اس عنوان پر مرتب کیا ہے، اس میں اس مضمون کے مالہ وماعلیہ کو مفصل اور مدلل انداز سے جمع کردیا ہے۔ میں نے تنگیٔ وقت کی وجہ سے جگہ جگہ سے اس مضمون کو دیکھا، ماشاءاللہ جامع ونافع پایا اور اُمید ہے کہ یہ رسالہ عوام وخواص سب کے لئے یکساں مفید رہےگا۔

عزیز موصوف کو اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر دونوں کی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، حیرت بھی ہوتی ہے اور خوشی بھی کہ مختلف ذمہ داریوں اور انتظامی مصروفیتوں کے باوجود لکھنے پڑھنے کے کام کے لئے بھی وقت نکال لیتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتے ہیں اس کو اس کی صلاحیت بھی عطا فرمادیتے ہیں کہ اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے سکے۔ یہ سب کچھ اسی کے کرم اور توفیق کا نتیجہ ہے۔ **اللھم زد فزد!**

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس رسالہ کے نفع کو عام وتام فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

۲۵ر رمضان المبارک ۲۵ھ

شب دوشنبہ

والسلام

محمد عبدالمغنی کان اللہ لہ

تقدیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم : امابعد !

انسان کی اخلاقی اور قلبی بیماریوں میں سب سے زیادہ سنگین وخطرناک اور انتہائی شرمناک بیماری وہ ہے، جس کو شریعت اسلامی ''نفاق'' سے تعبیر کرتی ہے، اس کی آسان تعریف امام ابن کثیرؒ کے الفاظ میں : ''اظہار الخیر واسرار الشر ''یعنی دل میں شر کو چھپا کر زبان سے خیر کا اظہار کرنا ہے، یہ بیماری مومنین اور کفار دونوں میں پائی جاسکتی ہے، اگر کفر کے ساتھ جمع ہوتی ہو تو وہ نفاق اعتقادی یا نفاقِ حقیقی کہلاتی ہے اور اگر ایمان کے ساتھ جمع ہوتی ہے تو اس کو نفاق عملی یا نفاقِ سیرت کہا جاتا ہے —— انجام کے اعتبار سے منافق اعتقادی، کافروں کے لئے مختص عذابوں کے علاوہ مزید عذاب کا مستحق ہے، اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالا جائے گا اور وہ ابدی جہنمی ہوگا، برخلاف منافق عملی کے کہ وہ ایمان کی بدولت جہنم سے ایک نہ ایک دن ضرور نکلے گا، لیکن اس کی سزا —— منافقانہ خصلتوں کی وجہ سے —— دوسرے گنہ گار مسلمانوں سے کہیں زیادہ شدید اور سخت ہوگی، نیز دُنیا میں بھی لوگوں کی نظر میں وہ ذلیل وخوار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے اپنی مبارک تعلیمات میں اس مرض کی طرف مسلمانوں کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کیا ہے۔ حقیقی منافقین کے خدوخال، عادات واطوار کو اچھی طرح کھول کر اور ایک ایک کمزوری پر سے پردہ اُٹھا کر بتلادیا گیا ہے کہ نفاق کا مرض جب دل میں پیدا ہوجاتا ہے تو یہ یہ عادتیں سر اُٹھاتی ہیں —— جن میں سب سے اہم، جھوٹ اور دھوکہ ہیں —— تاکہ مسلمان ایک طرف ان حقیقی منافقوں سے خبردار رہیں، دوسری جانب ان خصائل بد کے اپنے اندر پیدا ہونے کے خطرہ سے بھی ہوشیار رہیں۔

یہ مرض ہر زمانہ میں انسانوں کے اندر موجود رہا ہے، اسلام سے قبل بھی، اسلام کے بعد بھی، چنانچہ ''انجیل متی'' میں منافقوں سے خطاب کرکے کہا گیا ہے :

تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھیری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اُوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں، مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر قسم کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔

اس طرح ''جیوش انسائیکلوپیڈیا'' میں ہے :

جو اولیاء کی صحبت میں منافقت کے ساتھ رہتے ہیں خدا اُن کو غارت کرکے رہے، جو کوئی منافقت برتے، خدا کرے کہ چیل کوے اس کی آنکھیں نکال کر رہیں۔

اس طرح ''ایوری مینس تالمود'' میں ہے :

جو کوئی منافقت برتا ہے، وہ خدا کا غضب دُنیا پر لاتا ہے، اس کی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں اور جو بچے ابھی ماؤں کے پیٹ میں ہیں وہ تک اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس کی جگہ جہنم ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ انسانوں کا یہ بدترین گروہ ہر دور میں موجود تھا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے دور میں بھی تھا، لیکن ظاہر اُس وقت ہوا جب کہ آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام کو دن بہ دن شوکت وترقی نصیب ہوتی رہی، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

مکہ مکرمہ میں کفار، چوں کہ پورے اقتدار وطاقت کے مالک تھے، اس لئے یہاں تو انھیں اسلام کی برملا دُشمنی سے کوئی امر مانع نہ تھا، لیکن جب مدینہ طیبہ آنے کے بعد اسلام کو بھی طاقت وشوکت ملنے لگی تو اب پہلے کی طرح علی الاعلان دُشمنی کرنے کا ان کو حوصلہ نہ رہا، اس لئے عداوت کی شکل بدلنی پڑی اور یہیں سے (اسلام میں) نفاق کی بنیاد پڑی۔[2]

نفاق کا یہ مرض جس طرح اسلام سے پہلے بھی تھا، نبی کریم ﷺ کے عہد میں بھی تھا، اس

---

[1] ماخوذ از تفسیر ماجدی ۱/ ۹۳

[2] ترجمان السنہ ۱/ ۳۵۰ بحوالہ کتاب الایمان

طرح عہد رسالت کے بعد تاریخ کے ہر دور میں موجود رہا، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ فرماتے ہیں :

دُنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب بھی کوئی اسلامی تحریک پیدا ہوتی ہے تو اس فضاء میں یہ تین گروہ پیدا ہو جاتے ہیں : ایک پوری طرح تسلیم کرنے والا، دوسرا پوری طرح رد کرنے والا اور بد مقابل اور تیسرا گروہ وہ ہے جو اندرونی طور پر اپنے خیالات کا حامل رہ کر صرف ظاہراً اس میں شامل ہونے والا، یہ تیسرا گروہ ہمیشہ سب سے خطرناک سمجھا (اور پایا) گیا ہے۔[1]

ماضی قریب میں اس مرض کے موجود ہونے کا ذکر اور ہر زمانہ میں پائے جانے کی تحقیق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قلم سے :

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دونوں گروہ —— اعتقادی و عملی —— کا ذکر قرآن عظیم میں واضح کر دیا ہے اور ان کے حالات بہت کچھ بیان فرما دیے ہیں، مقصد اس کا یہی ہے کہ تمام اُمت ان لوگوں سے ہوشیار رہے۔ اگر آپ منافقوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو بڑے لوگوں اور حکمرانوں کی محفلوں میں جا کر دیکھ لیں کہ ان کے مصاحبین کس طرح ان لوگوں کی مرضی کو شارع کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ آج کے ان منافقین میں جو حضور ﷺ کے احکام، یقینی محکم کے راستہ سے سن کر ان کے ساتھ منافقت برت رہے ہیں اور ان میں جو آپ ﷺ سے براہِ راست سن کر منافقت برتا کرتے تھے کوئی فرق نہیں ہے، نیز یہ سمجھنا کہ قرآن و حدیث میں منافقوں کا جو کچھ تذکرہ ہوا ہے وہ سب منافقین عہد رسالت سے متعلق ہے، ان کے بعد اب دُنیا میں نہ یہ مرض ہے، نہ مرض والے، سخت غلطی کی بات ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی : لتتبعن سنن من قبلکم —— تم لوگ ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں اور عادتوں پر چلو گے —— کے مطابق آج بھی لوگ اس مرضِ نفاق کے اندر مبتلا ہیں۔[2]

۱ ترجمان السنہ ۱/۳۵۰
۲ وصیۃ الاحسان ص ۱۹ بحوالہ فوز الکبیر

مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں :

نفاق، جس کی مذمت قرآن و حدیث سے ثابت ہے، آج کل ایک پسندیدہ کردار سیکھنے کے قابل فن ہو گیا ہے، جس کو باقاعدہ سیکھا جاتا ہے اور اس میں کمال پیدا کرنا ایک انسانی کمال سمجھا جاتا ہے، آج سب سے زیادہ ہوشیار اور چالاک وہ آدمی ہے جو اس فن نفاق کا زیادہ ماہر ہو جو بہروپیے کی طرح نقل کو اصل باور کرانے میں خوب مشاق ہو، جب کہ نفاق ایک ایسا امر قبیح ہے کہ اس خصلت پر قرآن کریم نے کفر سے بھی زیادہ نکیر کی ہے، مگر اس کو معیوب سمجھنا تو درکنار پسندیدہ کام سمجھا جا رہا ہے اور یہ سکہ ایسا رائج اور مقبول عام ہو گیا ہے کہ بازاری لوگوں سے نکل کر عام طور پر گھروں میں اور دوستوں میں تک اس کا رواج ہو گیا ہے اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ لڑکا باپ کے ساتھ، شاگرد اُستاد کے ساتھ، بیوی شوہر کے ساتھ، حتیٰ کہ مرید شیخ کے ساتھ اس کو بے جھجک استعمال کرنے لگا ہے۔ منافق اپنی تقریر سے، تحریر سے، طرز و انداز سے غرض یہ کہ ہر طرح سے یہ یقین دلاتا ہے کہ میرا باطن ویسا ہی ہے جیسا ظاہر ہے، حالاں کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ آج کل نفاق کو خوش اخلاقی اور منافق کو خوش اخلاق کہا جاتا ہے اور اخلاص اور صحیح اخلاق کو بد خلقی اور مخلصین کو بد خلق کہا جاتا ہے، جب یہ ایک کمال ٹھہرا تو اسے معیوب کیوں سمجھا جائے گا؟ اور اس سے بچنے کی فکر کیوں کی جائے گی، اجتناب تو ایسی چیز سے کیا جاتا ہے جس کی برائی اس کے نزدیک مسلم ہو۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانے میں یہ مرض (نفاق عملی) عام ہو گیا ہے اور دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے، ہر طبقہ اور ہر فرد کم زیادہ، قصداً یا بلا قصد محض ماحول کے اثر سے اس میں ضرور مبتلا ہے، مزید یہ کہ اس قدر خطرناک مرض کا احساس اور اس کے تدارک و علاج کی فکر بھی نہیں، جب کہ صحابہ

۱ وصیۃ الاحسان ص ۲۳ قدرے تسہیل کے ساتھ

کرام اور اولیا، عظام تک اس مرض کے پیدا ہو جانے کے خطرہ سے ہمیشہ چوکنا رہتے تھے، خود نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی دُعاؤں میں اس سے پناہ مانگا کرتے تھے، اس غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ منافقانہ خصائل و رذائل ہماری طبیعتوں میں دن بہ دن راسخ ہوتی جارہی ہیں کیوں کہ جب کسی بیماری کو ہلکا اور معمولی سمجھا جاتا ہے تو آدمی اس کے بارے میں نہ صحیح معلومات حاصل کرنے کی فکر کرتا ہے، نہ اس سے دور رہنے کی سعی کرتا ہے اور نہ ہی پیدا ہو جائے تو اس کے علاج و ازالہ کی طرف مطلوب توجہ دیتا ہے، چنانچہ وہ بیماری وباء عام کی شکل اختیار کر جاتی ہے اور جب کوئی بیماری وباء عام کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو پھر کوئی کچا پکا مکان اور کوئی چھوٹی بڑی آبادی اس کے مضر اثرات اور مہلک جراثیم سے محفوظ نہیں رہ پاتی، پڑھے لکھے، جاہل، امیر، غریب سب اس کی زد میں آجاتے ہیں، یہی حال اس وقت ''نفاقِ عملی'' کا ہو گیا ہے کہ اس زمانہ میں دین دار و بے دین سب ہی میں یہ مرض کچھ نہ کچھ سرایت کر گیا ہے، کہیں کم، کہیں زیادہ، مگر محفوظ تو شاید ہی ہزاروں میں کوئی ایک ہو، —— اور اس میں شک نہیں کہ ایسے بھی الحمد للہ ہیں —— آج یہ پہچاننا بھی مشکل ہو گیا ہے کہ کون مخلص ہے اور کون منافق؟ دوستی کی صورت میں دلی دشمنی، ہمدردی کی شکل میں انتہائی ایذاء رسانی، دین داری کے انداز میں بے دینی، عقیدت و محبت کے لبادہ میں بغض و نفرت، خیر خواہی کے نام پر بدخواہی اور اصلاح کے عنوان سے فساد اس قدر عام ہو گیا ہے کہ الامان الحفیظ —— جھوٹ، دھوکہ، جھوٹی قسمیں، حسد و جلن، بے دیانتی و خیانت، وعدہ خلافی، نقضِ عہد، چغل خوری، طعن و تشنیع، نمازوں سے غفلت و لاپرواہی اور تجسس و جاسوسی جیسی منافقانہ عادتوں کے عموم و شیوع سے کون صاحب سمجھ انکار کر سکتا ہے۔

ان باتوں کا اقرار بلکہ ان کی اصلاح اور ان پر نکیر کی سعی بھی الحمد للہ علماءِ اُمت اور دعاۃِ اسلام کی طرف سے جاری ہے، مگر ان بری عادتوں کا از جنس نفاق ہونا اور ان پر اصرار و مداومت سے مرضِ نفاق کا پختہ ہونا، پھر نفاقِ عمل کا دھیرے دھیرے نفاقِ عقیدہ کی طرف بڑھنا جو صحیح و صریح روایات سے ثابت ہے، اس نام اور عنوان سے ان برائیوں کی مذمت اس زمانہ میں کم ہو گئی ہے بلکہ تقریباً ختم! جب کہ سلف میں اس کا ذکر عام تھا، اس مرض کی تحقیق، تشخیص اور اس کے تدارک کی

تدبیر میں وہ لوگ لگے رہتے تھے، علماء و صلحاء اپنے متعلقین، مریدین اور تلامذہ کو اس مرض سے ہمیشہ باخبر رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ بقول ابن ملیکہ'' تابعی کے، اجلہ صحابہ تک اس مرض سے چوکنا اور فکر مند رہتے تھے اور واقعی یہ مرض دُنیوی و اُخروی کے نتائج کے اعتبار سے ہے بھی ایسا کہ اس سے اور اس سے متاثر طبقہ سے جس قدر ڈرا اور ڈرایا جائے کم ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے اس روگ کی روشناسی اور اس سے بچانے کا اس قدر اہتمام فرمایا تھا جو آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

راقم سطور ادھر چند دن سے خود اپنی ضرورت و عبرت کے لئے قرآن و حدیث میں اس مضمون کا مطالعہ خصوصیت کے ساتھ کر رہا تھا، ان دنوں دوست و احباب کے سامنے اور عمومی اجتماعات میں بھی اس مضمون کا بیان ہوتا رہا تو مخلص احباب کا سخت اصرار ہوا کہ یہ مضمون مختصراً مرتب ہو جائے کہ بار بار مطالعہ کیا جا سکے، مجھے بھی چوں کہ تجربہ سے اپنے اور سب کے لئے اس تجویز کی تکمیل مناسب معلوم ہوئی، چنانچہ —— اپنی تمام تر بے مائیگی علم و عمل کے باوجود —— توکلاً علی اللہ اس کام کو شروع کیا اور آج ۲۶/ رمضان المبارک ۲۵ھ بروز شنبہ حالت اعتکاف میں بفضلِ تعالیٰ اس کی تکمیل جس قدر مجھ سے ممکن ہو سکا، ہو گئی۔ فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات.

اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا ہے کہ وہ اس کوشش کو میرے لئے، میرے احباب و متعلقین اور جمیع افرادِ مسلمین کے لئے نافع اور اس مرض سے نجات و حصولِ اخلاص کا سبب بنائے۔ آمین

اخیر میں، میں صمیم قلب سے شکر گذار ہوں، استاذ محترم حضرت مولانا مفتی نوال الرحمٰن صاحب مدظلہ اور برادرِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب زید مجدہم کا کہ جنھوں نے باوجود رمضان المبارک کی انتہائی مشغولی کے میری درخواست پر وقت نکال کر اس مضمون کو —— سرسری ہی —— ملاحظہ فرما کر اور پسندیدگی و توثیق سے ہمت افزائی فرمائی، فجزاھم اللہ احسن الجزاء، اسی طرح، میں دُعا گو ہوں عزیزم مفتی حافظ عرفان احمد صدیقی سلمہ کے لئے —— جنھوں نے تعطیلات کے باوجود اس مضمون کے حوالہ جات کی مراجعت اور مسودات کی

ترتیب میں میری بہت کچھ مدد کی اور عزیزان حافظ عبدالواحد و میر اکرم علی سلمہما کے لئے بھی —— جنھوں نے کتابت وطباعت کے تمام مراحل میں میرے ساتھ اطمینان بخش تعاون کیا —— اللہ تعالیٰ ان سب کو دین ودنیا کی سرخروئی اور سعادتِ ابدی نصیب فرمائیں ۔ آمین

برحمتك يا ارحم الراحمين وصلى الله على النبي الكريم .

۲۶؍رمضان المبارک ۲۵ھ | محمد عبدالقوی غفرلہٗ
چہارشنبہ | درمسجد اکبری، اکبرباغ

•••

مشرکین مکہ پر نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اثر اور ردِ عمل

جب نبی کریم ﷺ نے پہلے پہل مشرکین مکہ کو اسلام کی دعوت دے کر ہدایت وکامیابی کی طرف بلایا تو تمام انبیاء علیہم السلام کی اقوام کی طرح آپ ﷺ کی قوم بھی دو دھڑوں میں تقسیم ہوئی، یعنی ایک طبقہ نے آپ ﷺ کی دعوت کو غور وفکر کے ساتھ سنا، قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور من وعن تسلیم کرتے ہوئے توحید ورسالت کا صدقِ دل سے اقرار واعتراف کرلیا، یعنی مطیع فرمان ومسلمان ہوگیا۔ اس کے برخلاف دوسرے طبقہ نے کھل کر آپ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کی دعوت کو اپنے آباء واجداد کی مخالفت اور بزعم خویش بے دینی وگمراہی قرار دے کر مسترد کردیا اور علی الاعلان کفر وشرک پر جمے رہے، پھر جب تک اہل اسلام بظاہر احوال مغلوب اور کفار ومشرکین مستحکم ومغرور تھے، اس وقت تک لوگ انہی دو طبقوں میں بٹے رہے، لیکن جب اسلام رفتہ رفتہ اپنی جڑیں مضبوط کرتا اور شاخیں پھیلاتا چلا گیا اور مسلمانوں کو غلبہ وشوکت حاصل ہونے لگی تو ان کفار ومشرکین کے طبقہ میں سے ایک نہایت خطرناک اور بدباطن وخبیث گروہ نمودار ہوا، جو اسلام اور مسلمانوں سے مادی منفعت اور دُنیوی امن وعزت کے حاصل کرنے کے لئے قلب وباطن کے اعتبار سے کفر پر پختگی سے قائم رہا مگر اپنے ضمیر کے بالکل خلاف زبان اور ظاہر عمل سے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے لگا، جب کہ حقیقت میں وہ کفر وشرک پر جما ہوا تھا، یہ تیسرا طبقہ مسلمانوں کے حق میں مارِ آستین اور سم قاتل ثابت ہوا، قرآن کریم کی اصطلاح میں پہلے طبقہ کو ''مسلمان'' دوسرے کو مطلقاً ''کافر'' اور کافروں کے اس بزدل وبے ہمت تیسرے طبقہ کو ''منافق'' کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی دوسری سورۃ ''سورۃ البقرۃ'' کے ابتداء میں ان تینوں ہی قسم کے لوگوں کا بڑا

جامع اور واضح نقشہ کھینچ دیا گیا ہے، چنانچہ آیت ۲ تا ۵ میں ایمان والوں کا ذکر اور ۶ تا ۷ میں کافروں کی حالت بیان کی گئی ہے اور ۸ تا ۲۰ میں منافقوں کے اس شریر و بدنصیب ٹولے کی بدنصیبی و بے توفیقی پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ محض حطامِ دُنیا اور راحتِ عاجلہ کی خاطر کس طرح یہ لوگ مکر و خداع سے کام لیتے ہوئے ضمیر کے برخلاف اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے اور دل میں کفر و شرک کی محبت اور نبی ﷺ سے بغض و عداوت پکاتے رہتے ہیں، یہ بھی ارشاد ہوا کہ یہ حرکت دراصل ان کا ایک قلبی مرض ہے اور اپنے اعمالِ بد کی نحوست سے روز افزوں ہوتا رہتا ہے: فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا – اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ۔

اب نفاق کی حقیقت، اس کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے متعلق قرآن کریم اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں تفصیلی کلام کیا جاتا ہے۔

●●●

نفاق کی حقیقت اور اس کی تعریف

نفاق، لغت کے اعتبار سے نافقاء سے بنا ہے جو دراصل گھونس کی بل میں بنے ہوئے خفیہ دروازے کو کہتے ہیں، کیوں کہ گھونس ایک حیلہ باز اور جعل ساز جانور ہے، وہ اپنی بل میں آمد و رفت کے لئے ایک دروازہ تو معروف رکھتا ہے، ایک اور دروازہ اس طرح بناتا ہے کہ ضرورت کے موقع پر دشمن کو چکمہ دے کر نکل جائے، یہ دوسرا دروازہ اس طرح چھپا ہوا ہوتا ہے کہ محسوس بھی نہیں ہوتا، یعنی نرم و ملائم مٹی جمی ہوتی ہے، جو بظاہر بند معلوم ہوتی ہے، لیکن جب اس کو خفیہ طور پر نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے دھکیل کر راستہ بنالیتا ہے اور نکل جاتا ہے، اسلام سے قبل تک عرب اس لفظ کو اسی معنی میں جانتے رہے تھے، اسلام آنے کے بعد جب منافقین کا گروہ وجود میں آیا تو اس جانور کے جعل و مکر اور دوغلے پن سے ان کے طرزِ عمل کی مشابہت کی وجہ سے یہ لفظ ان کے لئے استعمال ہو کر ایک شرعی اصطلاح بن گیا۔[1]

چنانچہ شرعی و اسلامی اعتبار سے اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

- علامہ طاہر پٹنیؒ فرماتے ہیں: "نفاق ایک اسلامی نام (اصطلاح) ہے، دل میں کفر کو چھپا کر زبان سے اظہارِ اسلام کرنے کو نفاق کہتے ہیں، عرب اس لفظ کے اس مخصوص معنی سے اسلام سے قبل واقف نہ تھے۔"[2]
- شیخ محمد تھانویؒ منافق کے معنی اس طرح بیان کرتے ہیں: "منافق ضمیر کے برخلاف اظہار کرنے والے کو کہتے ہیں اور اسلامی شرع کی اصطلاح میں ایسے شخص کو منافق کہا جاتا ہے جس

---

[1] ایضاح البخاری ۳۳۵/۱ نیز امام جوزی نے زاد المسیر ص ۲۰۹ پر اس کی مزید توضیح و تشریح فرمائی ہے

[2] مجمع بحار الانوار ۷۷۱/۳

نے دل میں کفر ہونے کے باوجود زبان سے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا ہو۔''[1]

امام راغب اصفہانیؒ سے نفاق کی تعریف اس طرح منقول ہے : ''نفاق اسلام میں ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل جانے کا نام ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ فرماکر خارج عن الشرع اور اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فرماکر کفار ومشرکین سے بدتر قرار دیا ہے۔''[2]

حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں : ''معتبر اہل علم نے نفاق کو لغۃً مکر وخداع سے تعبیر کیا ہے اور شرعاً دل میں شر کو چھپا کر زبان سے خیر کا اظہار کرنے کو نفاق فرمایا ہے۔''[3]

●●●

کشاف اصطلاحات الفنون ۳۳۹/۴

[2] معجم مفردات الفاظ القرآن ص ۵۵۸

جامع العلوم والحکم ص ۵۳۹

نفاق کے اقسام اور درجات

امام غزالیؒ فرماتے ہیں : ''نفاق کی دو قسمیں ہیں، ایک نفاق وہ ہے جو اس کے مرتکب کو دین اسلام سے خارج اور کفار ومشرکین میں شامل کردیتا ہے، ایسا شخص ابدی جہنمی ہے اور اس کا عذاب عامہ کفار سے بھی زائد ہے۔ دوسرا نفاق (نفاقِ عملی ہے) وہ اپنے مرتکب کو درجاتِ عالیہ سے محروم کرتا اور صدیقین کے مرتبہ سے گرادیتا ہے، ایسا شخص جہنم میں عارضی طور پر جائے گا، ابدی طور پر نہیں، تاکہ اس گندگی سے اس کو پاک کیا جاسکے، اس دوسرے نفاق کی حقیقت ظاہر وباطن، جلوت وخلوت میں عمل کے اعتبار سے تفاوت کا پایا جانا، اللہ تعالیٰ سے اس کی نافرمانی کے سلسلہ میں نہ ڈرنا اور اچھائیوں پر عجب وکبر میں مبتلا ہونا جیسے اُمور ہیں، جن سے عام طور پر سوائے اولیاء صدیقین کے اور لوگ بہت کم محفوظ رہ پاتے ہیں۔''[1]

شیخ محمد تھانویؒ نفاق کی تعریف کرنے کے بعد تیسیر القاری کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں :

''اگر ضمیر کے برخلاف جھوٹا اظہار اعتقادات کے باب میں ہے تو ''نفاقِ اعتقادی'' کہلاتا ہے اور اگر صرف اعمال سے متعلق ہے تو اس کو ''نفاقِ عملی'' کہا جاتا ہے۔''[2]

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد بطور خلاصہ فرماتے ہیں :

''خلاصہ یہ ہے کہ اصل نفاق تو وہی نفاقِ اکبر یا نفاقِ اعتقادی تھا، لیکن جب دورِ انحطاط میں مسلمانوں کے اندر بھی منافقوں کی خصوصی صفات پیدا ہونے لگیں تو اصحابِ اصطلاح نے ان کو عملی منافق کہہ دیا، پس نفاقِ اکبر بظاہر اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول کی رسالت اور فرشتوں، حشر ونشر وغیرہ کا اعتقاد ظاہر کرنا مگر قلب میں اس کا پورا پورا انکار وانحراف مضمر ہونا ہے، اسی کا ذکر قرآن کریم میں

[1] احیاء علوم الدین ۱/۱۴۷

[2] کشاف اصطلاحات الفنون ۳۳۹/۴

ہے، یہی آپ ﷺ کے دور کا نفاق تھا، اسی کو قرآن کریم نے کفر کہا ہے، اسی پر درکِ اسفل کی وعید بھی آئی ہے۔

رہا نفاق عملی تو وہ حضرت حسنؒ کے لفظوں میں "انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف" کا نام ہے، اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو، مگر ظاہری اعمال میں کوتاہی کرتا ہو، اس کو عملی منافق کہا جاتا ہے۔"[1]

◄◄ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نفاق کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "پس اگر ظاہر و باطن کا یہ اختلاف اعتقاد و ایمان میں ہے تو "نفاق الکفر" ہے ورنہ یہ "نفاق عمل" کہلائے گا اور اس دوسرے نفاق یعنی نفاق عملی کے مختلف درجات ہیں۔"[2]

◄◄ مولانا منظور نعمانیؒ فرماتے ہیں: "الغرض ایک نفاق تو ایمان و عقیدہ کا نفاق ہے جو کفر کی بدترین قسم ہے، لیکن اس کے علاوہ کسی شخص کی سیرت کا منافقوں والی سیرت ہونا بھی ایک قسم کا نفاق ہے، مگر وہ عقیدہ کا نہیں، بلکہ سیرت اور کردار کا نفاق ہے اور ایک مسلمان کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور اعتقادی نفاق سے بچے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال و اخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔"[3]

بہر حال تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ وہ نفاق جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا اور جو حضور اکرم ﷺ کے عہد میں بھی پایا جاتا تھا وہ نفاق اکبر، نفاق کفر یا اعتقادی نفاق کہلاتا ہے، یہ نفاق اگرچہ ہر دور میں پایا جاسکتا ہے مگر قلوب کی کیفیت کا وحی کے بغیر معلوم ہونا ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اب کسی پر اس کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ——— اور وہ نفاق جس کا ذکر احادیث و آثار میں ملتا ہے اور مسلمانوں میں باوجود ایمان و عقیدہ کی درستگی کے بھی پایا جاسکتا ہے اور پایا جاتا ہے، وہ نفاق اصغر، مجازی نفاق یا عملی نفاق کہلاتا ہے، جیسا کہ شرک اکبر اور شرک اصغر یا شرک جلی و خفی کی تعبیرات میں عقیدہ و عمل کا فرق پایا جاتا ہے، اسی طرح نفاق میں بھی اعتقادی و عملی کا فرق تسلیم کیا گیا ہے، تاہم

---

۱ ترجمان السنۃ ۱/۳۵۹ ۲ فتح الباری ۱/۲۲۱

۳ معارف الحدیث ۱/۱۵۸

نفاق عمل بھی ——— باوجود اس کے کہ کفر میں داخل نہیں ——— شارع کی جانب سے اس کا نام نفاق رکھے جانے اور اس کی سخت مذمت کئے جانے اور حقیقی منافقین ——— جن کے مکر و خداع اور اسلام دشمنی سے اللہ رسول سخت ناراض ہیں ——— کے طرز و اطوار سے مشابہت و مماثلت پائی جانے کی وجہ سے انتہائی مہلک و خطرناک مرض ہے اور اس سے جس قدر دور رہا جائے کم ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

میرے خیال میں سہولت فہم کے لئے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے کہ نفاق ——— جو ایک روحانی و قلبی بیماری ہے اور جو قساوتِ قلبی، بزدلی، حرص و طمع جیسی مہلکات کا مجموعہ ہے ——— اگر کفر کے ساتھ جمع ہو جائے تو نفاقِ حقیقی اور نفاقِ اکبر کہلاتا ہے اور اگر ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے تو نفاق اصغر اور عملی نفاق کہلاتا ہے۔

•••

نفاق ـــــ قرآن کریم کی روشنی میں

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی، ایک پوری سورۃ "سورۃ المنافقون" تو اسی سلسلہ میں نازل ہوئی، اس کے علاوہ سورہائے: البقرۃ، آل عمران، النساء، الانفال، التوبہ، العنکبوت، الاحزاب، الحشر، الحدید اور التحریم وغیرہ کی متعدد آیات میں نفاق اور منافقوں سے متعلق احوال و احکام موجود ہیں، جن کے ذریعہ مسئلہ کی سنگینی و خطرناکی سے مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے، تا کہ مسلمان نفاق جیسی خباثت سے اپنے آپ کو اور منافقوں کی شرارتوں اور مکاریوں سے سماج کو محفوظ رکھ سکیں۔ قرآن کریم کے اس اہتمام سے معلوم ہوا کہ نفاق اور منافقین سے اچھی طرح واقفیت ہر مسلمان کے لئے انتہائی ضروری ہے، ذیل میں اس مسئلہ سے متعلق چند آیات قرآنیہ مع قدرے توضیح کے پیش کی جاتی ہیں:

◄◄ سورۃ البقرہ کی آٹھ آیتیں ۸ تا ۱۶ جن کے بارے میں جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ منافقین ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور بظاہر مضمون بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، سب سے پہلے ترجمہ و تشریح کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں، ارشاد ربانی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ.

بعض لوگ وہ ہیں جن کا کہنا ہے کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے، حالاں کہ وہ مومن نہیں ہیں۔

یعنی دل سے ایمان نہیں لائے جو کہ حقیقی ایمان ہے، بلکہ صرف زبان سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایمان ظاہر کرتے ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ.

(یہ لوگ) اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کے ساتھ دغابازی کرتے ہیں اور (واقعہ یہ ہے کہ) صرف اپنے آپ سے دغابازی کر رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں۔

یعنی ان کی دھوکہ بازی خدا تعالیٰ کے ساتھ تو چل ہی نہیں سکتی، کیوں کہ وہ عالم الغیب اور دلوں کے حالات کو اچھی طرح جاننے والا ہے، پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بھی ہرگز نہیں چل سکتی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی ان کو بھی مطلع کر دیتا ہے، پس ان کی دھوکہ بازی اور جعل سازی انجام کے اعتبار سے خود ان کی ہلاکت و رسوائی کا سامان ہے، دنیا میں تو ڈھیل و استدراج اور مسلمانوں کو ان کی حالت سے واقفیت کی صورت میں اور آخرت میں طرح طرح کی مایوسیوں بالآخر جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچائے جانے کی شکل میں، اس کے باوجود افسوس یہ ہے کہ اس حقیقت سے بے خبر منافقین اپنے تئیں اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم پیغمبر اور اہل اسلام کو دھوکہ میں رکھے ہوئے ہیں، حالاں کہ وہ خود کھلے فریب میں مبتلا ہیں۔

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ.

ان کے دلوں میں مرض ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے مرض اور بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے۔

یعنی ان کے دلوں میں پہلے سے نفاق، یعنی اسلام اور مسلمانوں سے بغض و عناد کا مرض موجود تھا اور وہ اسلام و مسلمانوں کی شکست و ذلت کے آرزومند تھے، مگر اللہ تعالیٰ اسلام کی شوکت اور مسلمانوں کے فتح و غلبہ میں دن بہ دن اضافہ فرماتا رہا تو ان کے بغض و عناد اور حسد کا مرض بھی دن بہ دن بڑھتا چلا گیا، جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ عذاب الیم کی صورت میں ظاہر ہوگا، یہ دردناک عذاب محض ایک جھوٹ بولنے کی وجہ سے نہیں ہوگا، بلکہ ان کے اپنے دل میں کفر جمائے رکھنے کے باوجود زبان سے جھوٹے طور پر اسلام کے اظہار یعنی "نفاق" کی وجہ سے ہوگا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ.

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد مت مچاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح

کر رہے ہیں۔

یعنی جب ان لوگوں سے کہا جاتا کہ کفار و مومنین کے درمیان لگائی بجھائی کرنا، مسلمانوں کے راز فاش کرنا، کفار کے مقابلہ میں کچھ مزاحمت نہ کرنا، اسلامی احکامات کی تعمیل میں کوتاہی و پہلوتہی سے کام لینا اور کفار کے شکوک و اعتراضات لاکر مسلمانوں میں پھیلانا وغیرہ جو تمہاری حرکتیں ہیں یہ فتنہ وفساد ہے اور فساد بری بات ہے، اس کو چھوڑ دو تو جواب میں یوں کہتے ہیں کہ : ''ہم فساد کیا کر رہے ہیں؟ ہم چاہ رہے ہیں کہ سارے انسان اسلام سے پہلے جس طرح مل جل کر رہتے تھے، اس طرح اب بھی سب ایک ہو جائیں اور اسلام کی وجہ سے جو خاندانی اور آپسی مخاصمتیں پیدا ہو گئیں ہیں وہ ختم ہو جائیں، یہ تو اصلاح و مصالحت کی بات ہے، فساد کہاں ہے؟''

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۔

جان لو! یہی لوگ فسادی ہیں، لیکن سمجھتے نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ان کے اس بھونڈے جواب کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب ان کی لفاظی اور چرب زبانی ہے، اس سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں، سچی بات یہی ہے کہ یہ لوگ مصالحت کار نہیں، فسادی ہی ہیں، اس لئے کہ اصلاح تو یہ ہے کہ دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے اور دین سے دور لوگوں کو اس سے قریب لانے کی سعی کی جائے، اس کے برخلاف مصالحت و مصلحت کے نام پر یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ حقیقت میں فساد ہے صلاح نہیں، بڑے بڑے دعوے اور بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ اتنی موٹی بات نہیں سمجھتے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جیسے سب (سچے) لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ تو کہتے ہیں : کیا ہم بے وقوفوں کی طرح ایمان لائیں، سن لو! یہی لوگ بے وقوف ہیں، لیکن جانتے نہیں۔

یعنی اہل اسلام سچے پکے مسلمان، جو اپنے نبی کے احکام پر قربان اور مصلحت دینی کے

مقابلہ میں مصالح دنیویہ اور تعلقات عامہ کے متاثر ہونے سے بے نیاز وانجان تھے، ان کے نزدیک بے وقوف و نادان سمجھے تھے اور خود جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کی خفگی و ناراضگی سے بے نیاز ہو کر دنیوی اغراض کی خاطر ادھر مسلمانوں سے بھی اور ادھر کفار و مشرکین سے بھی ظاہری اور جھوٹی رواداری بنا رکھی تھی، اپنی اس مکاری کو بڑی عقل مندی اور سمجھداری تصور کرتے تھے، اسی لئے جب مخلص مسلمانوں کی طرح ایمان اختیار کرنے کو کہا گیا تو برافروختہ ہو گئے کہ ہم جیسے دانش مندوں کو ان بے وقوفوں کی مثال دی جا رہی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی خوش فہمی و غرور کا رد کرتے ہوئے فرمایا : بے وقوف تو اپنے کرتوتوں کی روشنی میں وہ خود ہی ہیں، مزید بے وقوفی یہ کہ اپنی بے وقوفی کو سمجھتے بھی نہیں۔

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ ۔

اور جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مومن ہیں اور جب اپنے سرداروں کے ہاں پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو بس (ان کا) استہزاء کرنے والے ہیں۔

یہ ہے ان کا حقیقی روگ اور سازشی پالیسی، کہ بزدلی اور کم ہمتی کی وجہ سے کھلے کافر بھی نہیں بن سکتے، اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے دل سے ایمان بھی نہیں لا سکتے، اس لئے یہ غیر شریفانہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جب مسلمانوں سے ملیں تو اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے ان کی ہمدردیاں اور ان سے تحفظ و امان حاصل کریں، ادھر کفار و مشرکین یا اپنے روسا و لیڈران سے ملیں تو ان کے غیض و غضب سے بچنے کے لئے انھیں اطمینان دلائیں کہ ہم تمہاری ہی طرف ہیں، تمہارے ساتھ ہیں اور پکے کافر ہیں مگر مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے ہم ان سے ملا کرتے اور ان کے سامنے کچھ اسلامی حرکات کا اظہار کرتے ہیں۔

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ ان کی ہنسی کرتا ہے اور انھیں ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے، وہ عقل کے

اندھے ہیں۔

یعنی وہ کیا مسلمانوں کا مذاق اُڑا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے اظہار اسلام کے موافق ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنے کا حکم دے کر، نیز ان کی حقیقت حال سے مسلمانوں کو باخبر کر کے انہی کو قابل استہزاء بنا دیا، یہ تو دُنیا میں ہوا، اور آخرت میں بھی وہ اپنی حماقتوں کے انجام بد اور سنگین نتائج کو ضرور ملاحظہ کریں گے، اب اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تمسخر مسلمانوں کا ہوا یا خود ان کا؟ یا پھر اللہ تعالیٰ کے تمسخر کا ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کے ساتھ تمسخر کا بدلہ دے گا۔

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ.

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدی، پس نہ ہی ان کی تجارت سودمند ہوئی اور نہ وہ ہدایت یاب ہوئے۔

◄◄ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی نامرادی کا حال دو مثالوں سے مزید واضح فرمایا ہے

(۱) ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے انتہائی گھٹاٹوپ اندھیری رات میں راستہ پانے کے لئے آگ جلائی، یعنی روشنی کا سامان کیا، جب آگ روشن ہوئی اور راستہ نظر آنے کو ہوا تو اچانک وہ روشنی بجھ گئی پھر وہ شخص اندھیرے کے اندھیرے ہی میں کھڑا رہ گیا ——— اسی طرح منافقین نے مسلمانوں کے خوف سے کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کی روشنی سے جان و مال کے تحفظ کا کچھ فائدہ اُٹھانا ہی چاہا تھا کہ راستے میں موت کا پیغام آ گیا اور وہ جھوٹی روشنی اب کچھ کام نہ آ سکی، ہمیشہ کا اندھیرا اور محرومی مقدر میں آ گئی۔

(۲) دوسری مثال یہ ہے کہ جیسے آسمان سے تیز بارش ہو رہی ہو، اس کے ساتھ گھنے بادلوں کا اندھیرا بھی ہو، مزید برآں گرج گونج بھی ہو بجلی بھی چمک رہی ہو، ایسے میں کوئی ہلاکت کے خوف سے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس رہا ہو تا کہ بجلی کے غضب سے بچ جائے، ظاہر ہے کہ ان ہولناکیوں کے مقابلہ میں اس تدبیر کی کیا اہمیت اور کیا فائدہ؟ اسی طرح منافقین کا حال ہے کہ شریعت کے

احکام اور اس کی پابندیوں، جہاد و مجاہدہ کی مشقتوں، ذلت و رسوائی کے اندیشوں اور دُنیوی مصالح و منافع کے چھوٹ جانے کی پریشانیوں سے بے بس ہو کر اپنی بے ہودہ تدبیروں یعنی جھوٹے اسلام کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں مگر جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور احاطہ سے کسی طرح بچ نہیں سکتے تو ان حرکتوں کا فائدہ کیا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ منافقین پکے کافر بلکہ کافروں سے بدتر لوگ ہیں، کیوں کہ کافر تو اپنے کو اپنے باطن کے مطابق ظاہر کرتے ہیں اور منافق ضمیر کے برخلاف ایمان کا اظہار کر کے مکر و فریب اور جعل و دجل سے کام لیتے ہیں، پس کفر ہی کیا کم شقاوت تھی اس کے ساتھ منافقت کے اضافہ نے ان کے کفر کو مزید و شدید بنا دیا، فیاحسرۃ علیھم

◄◄ سورۂ آل عمران میں آیت ۱۶۶ تا ۱۶۸ تک ان کی تشخیص اس طرح کی گئی ہے:

وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ. وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا، وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا، قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ، هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ، يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ. اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا، قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

اور تم لوگوں کو (اے مسلمانو!) دو فوجوں کے اجتماع کے وقت جو کچھ پیش آیا وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھا (مقصد یہ تھا کہ) اس طرح مؤمنین اور منافقین کو جان لے (کہ کون سچا مسلمان ہے، کون بہانہ باز منافق) اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ راہِ خدا میں جہاد کے لئے آؤ یا کم از کم اپنا دفاع ہی کرو تو کہتے ہیں کہ اگر ہم اس کو باقاعدہ قتال سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، (اس طرح) اس وقت (ظاہر ہو گیا کہ) وہ بہ مقابلہ ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہیں (یعنی پکے کافر ہیں) اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے قلوب میں نہیں، لیکن اللہ

تعالیٰ تو وہ سب کچھ جانتا ہے جس کو یہ لوگ چھپاتے ہیں (پھر نہ صرف یہ کہ وہ قتال سے جان چرا کر گھر بیٹھے رہے بلکہ ان لوگوں سے (جو ان کے ہم قبیلہ ہیں) کہنے لگے کہ تم بھی ہمارا کہنا مان (کر بیٹھ) رہتے تو مارے نہ جاتے، آپ فرما دیجئے اگر تم سچے ہو تو اب اپنے کو موت سے بچا کر دکھاؤ۔

تفصیل ان آیات کی یہ ہے کہ شوال ۳ھ میں حضور اکرم ﷺ ایک ہزار مسلمانوں کو لے کر کفار قریش سے مقابلہ کے واسطے مدینہ منورہ کے باہر مقام احد پر پہنچے، جہاں تین ہزار کفار کا لشکر موجود تھا، منافقین بھی چوں کہ اپنے کفر کو مخفی رکھنے کے لئے مسلمانوں کی سرگرمیوں میں شریک ہو جایا کرتے تھے، اس لئے بادلِ ناخواستہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے، وہاں پہنچ کر انھیں معلوم ہوا کہ کفار تین گنا زائد ہیں، ادھر پہلے ہی سے ان کے دل جنگ کی ہیبت سے خوف زدہ تھے، صورت حال کو دیکھ کر یا بہانہ بنا کر تین سو منافقین عبداللہ بن اُبی کی سرکردگی میں واپس ہونے لگے، مسلمانوں نے انھیں روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ عین معرکہ جنگ کے وقت کہاں جا رہے ہو، اگر واقعی مسلمان ہو تو مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہئے اور اگر دل سے مسلمان نہ بھی ہو تو کم از کم حمیت وطنی کے لئے لڑو، اس لئے کہ اگر مسلمانوں کی شکست ہوئی اور مشرکین انتقام لینے لگے تو چوں کہ تم بھی مسلمان سمجھے جاتے ہو تو بچنے کے نہیں، اس لئے کم از کم موجود رہ کر عددی قوت ہی میں مدد کرو، غرض ہر طرح انھیں راغب کرنے اور غیرت دلانے کی کوشش کی گئی، مگر انھوں نے ایک نہ سنی اور یہ عذر لنگ کر کے کہ یہاں کوئی باقاعدہ لڑائی تو ہو نہیں رہی، اگر ہوتی تو ہم بھی شریک ہوتے یا یہ کہہ کر کہ یہ کوئی لڑائی کا اُصول ہے کہ ہزار آدمی تین ہزار کے مقابلہ میں نکلے ہیں، یہ تو خودکشی کے مترادف ہے، اس میں ہم کیسے حصہ لیں، بہر حال واپس ہو گئے، نہ صرف یہ کہ واپس ہو گئے بلکہ جب مسلمان اس جنگ میں ابتدائی شکست کھا گئے اور ستر مسلمانوں کی شہادت ہو گئی تو انھیں طعنہ دینے لگے کہ اگر ہماری بات مان کر ہماری طرح لوٹ آتے تو یہ نقصان نہ اُٹھاتے، تم لوگ خود ہی موت کے منہ میں گئے تھے، تم لوگوں کو کیا ملا؟ اب ایک طرف یہ صورت حال! ادھر ان لوگوں کے طعنے تشنے نے صحابہ کرام کے دلوں کو اور رنجیدہ کر دیا کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ایسا معاملہ کیوں فرمایا، بدر

کی طرح کا معاملہ کیوں نہ ہوا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی اور منافقین کا پول کھولنے کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں کہ بھئی جو کچھ ہوا حکم خدا سے ہوا اور تمہارا یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، اس میں بھی بہت سی مصالح تھیں من جملہ ان کے ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ منافقین جو اب تک مخفی تھے کھل کر سامنے آ جائیں اور اہل ایمان کے سامنے ان کی شناخت واضح ہو جائے، تا کہ ان آستین کے سانپوں سے مسلمان ہوشیار و خبردار رہا کریں، یہ لوگ جو کچھ تم سے وفاداری کی باتیں کہتے تھے وہ دجل و مکر تھا، یہ دوغلے لوگ ہیں جو کسی وقت بھی کچھ بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں، پھر تم لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ اگر یہ قتال سے گھبرا کر اور میدان سے بھاگ کر اپنی جان بچانے میں اب کامیاب ہو گئے ہیں تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اب ان کو کبھی موت نہ آئے گی؟ جب وہ اپنے آپ کو موت سے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی سے بچا نہیں سکتے تو ان منافقانہ حرکات کے ذریعہ انھوں نے اپنا کون سا بھلا کیا ہے اور تم نے اپنے نبی کی اطاعت و وفاداری میں اگر نقصان اُٹھایا حتیٰ کہ جانیں بھی کھوئیں تو کیا برا کیا؟ اس لئے دل گیر نہ ہوں، ہمت نہ ہاریں۔

بہر حال آیات بالا نے منافقین کے چہرے سے اسلامی مکھوٹے کو ہٹا کر کفر کی حقیقی شکل دکھلا دی ہے، اللہ تعالیٰ اس بدترین قوم کی خصلتوں سے ہم مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔

◄◄ سورۃ النساء کی آیات ۶۰ تا ۶۳

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا . وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا . فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا . اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا .

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے بارے میں قرآن کریم اور دیگر کتب سماویہ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر بھی طاغوت (کعب ابن اشرف یہودی یا کاہن) کے پاس اپنے قضیے لے جاتے ہیں، جب کہ انھیں ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں بہت دور گمراہی میں بھٹکادے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور آؤ رسول کی طرف، تو آپ دیکھتے ہیں کہ منافق آپ کے پاس آنے سے گھبراتے اور رُکتے ہیں، لیکن اس وقت کیا ہوگا جب وہ اپنے ہاتھوں کے کرتوت سے کسی مصیبت میں مبتلا ہوں، پھر آپ کے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا مقصد تو بس بھلائی اور جوڑ پیدا کرنا تھا، یہ وہ لوگ ہیں اللہ کو خوب معلوم ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے، پس آپ ان سے اعراض فرمائے، نصیحت کرتے رہیے اور اچھی طرح بات سمجھا دیجیے۔

مدینہ میں ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہوگیا اور خصومت پیدا ہوگئی، یہودی نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کرائیں گے، منافق نے کہا: نہیں! کعب بن اشرف یہودی سے کروائیں گے، یہودی راضی نہیں ہوا، بالآخر آپ ﷺ کے پاس پہنچے، آپ نے مقدمہ سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا، منافق سمجھا تھا کہ حضور ﷺ اس کی طرف داری کریں گے، مگر جب فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہوا تو اس نے دوسری راہ سوچی اور باہر نکل کر کہنے لگا کہ حضرت عمر ؓ کے پاس چلیں گے، اس کا اندازہ تھا کہ حضرت عمرؓ یہودی کے مقابلہ میں میری حمایت کریں گے، جب ان کے پاس پہنچے اور انھوں نے سارا واقعہ سنا اور یہ بھی سنا کہ حضور ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں، اس کے بعد یہ لوگ یہاں آئے، تو انھوں نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! ابھی آتا ہوں- گھر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر واپس آئے، پھر اس تلوار سے اس منافق کا سر قلم کردیا اور فرمایا میں اس شخص کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے مطمئن نہ ہو، اس کے بعد اس کے وارثین حضور ﷺ کے پاس آکر جھوٹی قسمیں کھانے لگے کہ

حضرت عمر ؓ کے پاس جانے سے ہمارا مقصد صلح کی درُخواست کرنا تھا، آپ کے فیصلہ سے انکار کرنا نہ تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور ان کے جھوٹ اور مکروفریب کا پردہ چاک کردیا۔

مفسرین اس کے علاوہ اور بھی چند واقعات ان آیات کے شانِ نزول کے سلسلہ میں نقل کرتے ہیں، ممکن ہے کہ ایک ہی زمانہ میں کئی واقعات ان لوگوں کے حضور اکرم ﷺ کی تحکیم سے اباء وانکار کے سلسلہ میں پیش آئے ہوں۔

◄◄ اسی سورۃ کی آیات ۸۸ تا ۹۰ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق مسلمانوں کو اس طرح تنبیہ فرمائی ہے:

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا ، أَتُرِيدُونَ أَن تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ، وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا . وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، فَإِن تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ ، وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا . إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ، وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ، فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا .

منافقین کی مسلم دشمنی اور خطرناکی کے بارے میں تم لوگ آپس میں اختلاف نہ کرو، وہ ظاہراً کیسا ہی اچھا رویہ اختیار کریں، ان سے پُرامید و بےفکر نہ ہو جاؤ، بلکہ ان کی ہدایت کی کوشش بھی مت کرو، اس لئے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے بے ہدایت کردیا ہے، اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ انھوں نے اپنی بدعملی سے اپنے کو محروم کرلیا ہے، وہ خود تو کیا ہدایت کی قدر کریں گے، ان کے دل کی آرزو

یہ ہے کہ کسی طرح تم سب کو کافر بنا ڈالیں، پھر سب ایک ہو جائیں، اس لئے تم لوگ ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ، یہاں تک کہ وہ ہجرت کے لئے آمادہ ہو جائیں اور ایمان حقیقی کو اختیار کرلیں اور اگر وہ باز نہ آئیں اسی حال پر قائم رہیں تو جہاں کہیں ان کو پاؤ انھیں قتل کر ڈالو، البتہ جن سے تمہارا کوئی معاہدہ ہو اور وہ ان کے امان میں ہوں یا انھوں نے خود تم سے امان طلب کرلی ہو تو پھر پاسِ عہد کا لحاظ رکھو، باقی جو فساد اور منافقت پر ڈٹے ہوئے ہیں، ان کی کوئی رعایت نہ کرو اور گھبراؤ نہیں کیوں کہ ہم نے تم کو ان پر غلبہ عطا کیا ہے۔

ہوا یہ کہ جب ہجرت فرض کی گئی تو منافقین کے لئے یہ کڑی آزمائش تھی، اس لئے ان کی طرف سے طرح طرح کے حیلے پیش آئے، بعض منافقین مکہ ہی میں رہ گئے، اپنے کو مسلمان کہتے تھے، مگر ہجرت نہیں کرتے تھے، بعض منافقین مدینہ منورہ آگئے، لیکن آب وہوا راس نہ آنے کا بہانہ کرکے واپس چلے گئے۔ بعض لوگ اپنے کو مسلمان تو کہتے تھے مگر ساتھ پورا مشرکین کا دیتے تھے، بعض لوگ مدینہ آکر مسلمانوں کی گاتے تھے اور مکہ جاکر مشرکین کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے —— ادھر مسلمان ان لوگوں کے سلسلہ میں دو فریق ہوگئے، بعض کہتے کہ یہ مسلمان نہیں ہیں انھیں چھوڑنا نہیں چاہئے، بعض دوسروں کا خیال تھا کہ نہیں! جب وہ دعوائے اسلام کرتے ہیں تو ان سے اچھی توقع رکھنی چاہئے اور قتال سے احتیاط برتنی چاہئے، اللہ پاک نے مذکورہ بالا آیات کے ذریعہ اس اختلاف کو ختم فرمادیا اور منافقین کی حقیقی حیثیت متعین فرمادی۔

اسی سورۃ کی آیات ۱۳۵ تا ۱۴۵ بھی منافقین سے متعلق ہیں، منافقین کے خصائل بد میں ایک بری خصلت یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے بمقابلہ کافروں کی قوت وطاقت سے خوف زدہ رہا کرتے تھے، اسی لئے ان سے خفیہ سلام وپیام اور دوستی کا سلسلہ رکھے ہوئے تھے اور ضرورت پر بجائے مسلمانوں کا ساتھ دینے کے ان کو مدد پہنچاتے تھے، مختصر یہ کہ بے ایمانوں کی طاقت سے مرعوب تھے، جب کہ مسلمانوں کا ایقان وایمان اس پر تھا کہ حقیقی غلبہ وقوت تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں، اسی طرح ایک اور بری خصلت یہ تھی کہ یہودی علماء کی مجلسوں میں جاکر بیٹھتے

اور ان کی اسلام دشمنی میں شریک رہتے تھے، وہاں اسلامؐ، رسولِ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں بے جا اعتراضات اور بے ہودہ کلمات ہوتے تھے تو اپنے دلوں میں چھپے بغض...... کی وجہ سے منافقین نہ ان باتوں پر نکیر کرتے تھے، نہ ہی وہاں سے اُٹھ آتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس عمل سے ان کو صراحتاً روکا تھا، اس کے باوجود ان لوگوں نے یہی طرزِ عمل جاری رکھا ہوا تھا۔ تیسرے یہ کہ ہمیشہ مسلمانوں کے زوال وشکست کے متمنی رہتے تھے تاکہ کافروں سے مل جائیں، لیکن اگر نصرت خداوندی سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوجاتی تو مسلمانوں سے کہتے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں، ہمیں بھی غنیمت میں حصہ ملنا چاہئے اور اگر مشیت الٰہی سے کفار کو غلبہ نصیب ہوتا تو کافروں سے کہتے کہ ہم نے ہی مسلمانوں کو گھیرے میں لے کر تمہارے لئے فتح کی راہ بنائی تھی، اس لئے ہمیں اپنی لوٹ میں شریک کرو۔ بہر حال دُنیا کی محبت اور لوگوں کے خوف نے ان کو ایک عجیب کشمکش اور تذبذب میں ڈال رکھا تھا، ان آیات میں ان کی ان ہی منافقانہ صفات کو ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے ان کے اُخروی انجامِ بد کی وعید بھی بتلادی ہے، ارشاد ہوا:

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا ۔ اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ، فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ، وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَی الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰی یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۔ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ

وَلَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَاۤءِ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۔

اے نبی ﷺ! منافقین کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے، جنھوں نے اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی بنا رکھی ہے۔ کیا یہ لوگ ان کے ہاں قوت و شوکت کے طلب گار ہیں؟ جب کہ عزت وقوت تو سب کی سب اللہ کے قبضہ میں ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے (اس سے قبل یہ حکم) نازل کر دیا تھا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کھلواڑ و مذاق ہوتا ہوا سنو تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو، جب تک کہ وہ دوسری گفتگو نہ شروع کر دیں۔ ورنہ پھر تم بھی ان (گستاخوں) ہی کی طرح ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ منافقین اور کافرین کو جہنم میں اکھٹا کرنے والا ہے۔ (اگر چہ کہ یہاں ان لوگوں نے اپنی الگ الگ شناخت بنا رکھی ہے) یہ وہ لوگ ہیں جو تمہاری تاک میں لگے رہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو فتح نصیب ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ اور اگر کافروں کے نصیب میں فتح آئی تو کافروں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم کو گھیرے میں لے کر مسلمانوں سے بچا نہیں لیا؟ پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرما دے گا اور کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کا راستہ نہیں دے گا۔ یہ منافق لوگ اللہ تعالیٰ سے دغابازی کرتے ہیں، جب کہ وہی ان کو دغابازی (کا بدلہ) دے گا جب یہ لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انتہائی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس میں اللہ کا ذکر بھی بہت تھوڑا کرتے ہیں۔ (دراصل) یہ لوگ اسلام و کفر کے درمیان تذبذب کے شکار ہیں۔ نہ ہی پورے طور پر ان کی طرف، نہ ہی صدقِ دل سے ان کی جانب۔ اور (ظاہر ہے کہ) اللہ جسے گمراہ کر دے

انھیں کون ہدایت دے سکتا ہے۔ (پس) اُے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ (اس طرح کرنے سے) اپنے اُوپر اللہ تعالیٰ کی حجت الزام ثابت کر لو، یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ان کا کوئی ناصر و مددگار بھی نہ ہوگا۔

۴۴ سورۃ التوبہ میں ان منافقین کا حال نہایت بسط و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ منافقین کی سازشوں اور مکاریوں کو سمجھنے کے واسطے اس پوری سورت کا مطالعہ کرنا چاہئے، جتنا تدبر اور غور و فکر سے علماء کرام اس کی تلاوت اور عوام الناس تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ و تفسیر پڑھیں گے، ان کی ایک ایک صفت کھل کر سامنے آتی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ نبی ﷺ سے صحابہ کرام کی شانِ وفا بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی جائے گی، چوں کہ اس سورۃ میں ان کا ذکر کافی طویل ہے، اس لئے اختصار کے پیش نظر اس سورۃ میں مذکور ان کی صفات و عادات کا خلاصہ نمونۃً پیش کیا جاتا ہے

موت سے نفرت کرنا، دُنیا سے حد سے زیادہ محبت کرنا، جہاد میں نہ خود جانا نہ دوسروں کی ہمت افزائی کرنا، بلکہ گرمی کی سختی کے حوالہ سے ان کو روکنے کی کوشش کرنا، راہِ خدا کی مشکلات سے گھبرانا، جھوٹی قسمیں کھانا، اسلام کے بارے میں ہمیشہ شک و شبہ میں مبتلا رہنا، دشمنوں کے لئے جاسوسی کرنا، نبی کریم ﷺ کے کاموں میں روڑے اٹکانا، افواہیں پھیلانا، مسلمانوں کے لئے مشکلات و مصائب کے متمنی رہنا، مصیبتیں پیش آویں تو خوب مسرور ہونا اور خوشیاں منانا، نبی ﷺ کی خوشی کو دیکھ کر جلنا، راہِ خدا میں بخل کی وجہ سے پہلے تو کچھ خرچ نہ کرنا اور کبھی کرنا بھی پڑا تو بددلی و زبردستی سے کرنا، نماز کسلمندی اور سستی سے ادا کرنا وہ بھی ریاکاری کے واسطے، دُنیا کے ملنے سے خوش ہونا اور نہ ملنے پر سخت ملول ہونا، نبی ﷺ کی جانب سے غنیمت تقسیم کیے جانے پر ناانصافی کی تہمت لگانا، نبی ﷺ کی بدگوئی اور مذاق اُڑانا، اپنا بھانڈا پھوٹ جانے کا خوف ہر وقت لگا رہنا، ہر معاملہ میں حیلے بہانے تراشنا، ان سب کا آپس میں یک رنگ و ہم مزاج ہونا، برائیوں کو عام کرنا، نیکیوں سے لوگوں کو روکنا، خدا تعالیٰ اور اس کے احسانات کو فراموش کر دینا، وعدہ خلافی کرنا، اللہ تعالیٰ کے علم و خبر اور اپنے انجام بد سے نڈر ہو جانا، مسلمانوں کے راہِ خدا میں جان و مال لٹانے کے

جذبات کا مذاق اُڑانا اور اسے حماقت سمجھنا، مردوں کے ساتھ دین کی خدمت میں لگنے کے بجائے عورتوں کے ساتھ گھر بیٹھے رہنے کو پسند کرنا، قلوب کا ہدایت سے مہر بند ہو جانا، خیرات وصدقات کو تاوان کی طرح بوجھ سمجھنا، دشمنوں کی مدد کرنے اور اسلام کے خلاف سازشوں کے لئے مسجد کے نام سے عمارت تعمیر کرنا، قرآن کریم کے نازل ہونے پر جہاد اور حلال وحرام کے احکام آنے کا خوف کرنا اور گھبرانا، ہر وحی کے آنے پر مرض نفاق میں اضافہ ہونا، احکام الٰہی سناتے وقت موقعہ دیکھ کر مجلس نبی سے کھسک جانا، بار بار کی ابتلاءات کے باوجود ڈھیلے نہ پڑنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کے ساتھ رجوع نہ کرنا اور نفاق ہی پر ڈٹے رہنا وغیرہ۔ اس خلاصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان لوگوں کے احوال مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے کس اہتمام سے نازل فرمائے ہیں۔ پھر ان حالات کا بیان بھی محض بیان کے واسطے نہیں کیا بلکہ ان کی نصیحت وتذکیر کے لئے فرمایا، اسی وجہ سے درمیان میں ان کو توبہ کر لینے اور رجوع الی اللہ ہو جانے پر درگذر اور معافی کی بشارت بھی سنائی ہے۔ کہیں ان کے حالات کے مقابلہ میں مخلص مسلمانوں کی سچی کیفیات بھی پیش کردی ہیں، تاکہ وہ عبرت حاصل کرسکیں۔ پھر ساتھ ہی اسی سلسلہ بیان میں یہ بھی واضح فرمادیا کہ اگر یہ لوگ نہ سنبھلیں نہ بدلیں تو نبی کو اور مسلمانوں کو ان سے خوش رہنے کی بھی اجازت نہیں، ان سے ہمدردی کرنا و نرمی برتنا بھی منع ہے۔ ان کے لئے اگر اسی حال میں مرجائیں تو استغفار بھی نہیں کرسکتے، ان کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتے اور یہ کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ اس سے بچ نہیں سکتے۔

◄◄ سورۃ الاحزاب کی آیات ۱ تا ۷۳ کی اکثر آیات میں ان لوگوں ہی کے متعلق احوال واحکام سے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۱ میں فرمایا : اے نبی! آپ منافقین کے بارے میں اللہ سے ڈریں اور ان کی کوئی بات نہ مانیں، اللہ تعالیٰ چوں کہ بہت علم وحکمت والا ہے، اس لئے اس کی اس ہدایت سے فائدہ اُٹھائیں۔

آیت نمبر ۱۲ سے ۲۰ تک غزوۃ الاحزاب کے موقعہ پر منافقوں کی ریشہ دوانیوں، نبی ﷺ کے بارے میں ان کی جھوٹی افواہوں اور بدگمانیوں کا ذکر، مدینہ منورہ سے ان کی چڑھ اور بھاگ نکلنے کی

تدبیروں اور موت کے ڈر سے جہاد سے جی چرانے کی عادتوں کی تفصیل اور خوف کے زمانہ میں مسلمانوں کو منھ چڑھانے اور فتح وامن کی حالت میں بڑھ چڑھ کر باتیں بگھارنے اور شیخی وغرور دکھانے کے خصائل بد کا تذکرہ ہے۔

آیت نمبر ۲۴ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ سب ابتلاءات، سچوں کی سچائی واضح کرنے اور منافقوں کے کذب ونفاق کو محقق کرکے عذاب دینے کے لئے ہوتی ہیں۔

آیت نمبر ۴۸ میں نبی کریم ﷺ کو دوبارہ تاکید کی گئی ہے کہ ان کی ایذا رسانیوں کی پرواہ نہ کریں، ان کافروں اور منافقوں کی باتوں میں بھی نہ آئیں، ان سے ہوشیار ہی رہیں، اللہ پر کامل بھروسہ کریں، وہی محافظ ومددگار ہے۔

آیت نمبر ۶۰ میں فرمایا کہ منافقین جن کے دلوں میں مسلمانوں کا بغض وعناد مرض کی طرح جڑ پکڑ گیا ہے، اگر اپنی بری حرکتوں، جھوٹی افواہوں کے پھیلانے سے باز نہیں آئیں گے تو ہم آپ کے ذریعہ ان پر ایسے حالات لائیں گے کہ ان ملعونوں کو دُم دبا کے بھاگنے اور کہیں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ مسلمانو! تم ان کی اب رعایت نہ کرو، جہاں پاؤ پکڑو اور موت کے گھاٹ اُتارو۔

آخر میں آیت ۷۳ میں ان کے اور مشرکین کے لئے عذاب کا اور مومنین کے بخشش و مغفرت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

◄◄ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۳ میں منافقین کے انجام بد کا ذکر ہے کہ پل صراط پر جب روشنی کی ضرورت ہوگی وہ روشنی سے محروم ہوں گے، برخلاف ان کے اہل ایمان روشنیٔ ایمان میں مزے سے گذر رہے ہوں گے۔ یہ لوگ چوں کہ مسلمانوں سے واقف اور ان کے ساتھ رہ کر دُنیا میں ان سے دُنیوی فائدے اُٹھا چکے ہوں گے اسی تعلق کے حوالہ سے وہاں بھی ان سے نور کی بھیک مانگیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کردی جائے گی، جس میں ایک دوسرے کو دیکھنے کے لئے ایک دروازہ بھی ہوگا، اس دروازہ میں مسلمانوں کی طرف رحمت ہوگی اور منافقین کی جانب عذاب، یہ ان کے جرم کے مماثل سزا ہوگی کہ انھوں نے بھی دُنیا میں اپنے قلوب میں کفار کی جانب رحم دلی وہمدردی اور مومنین کی طرف بغض و

عناد حسد و جلن رکھا ہوا تھا۔

» اس کے بعد سورۃ المنافقون ہے، چوں کہ یہ سورۃ نازل ہی ان لوگوں کے سلسلہ میں ہوئی ہے۔ اس لئے ذیل میں اس کا پہلا رکوع مکمل معہ ترجمہ و تفسیر کے نقل کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ .

منافق لوگ آپ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ (تو) جانتا ہی ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ (ان کی اس جھوٹی گواہی کی کوئی ضرورت نہیں) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق (اپنے اس قول میں) جھوٹے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ .

ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ اس طرح اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ جو کر رہے ہیں وہ بہت برے کام ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ .

(ایسی حرکتیں) اس لئے کر رہے ہیں کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پس ان کے دلوں پر مہر لگ گئی، سو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔

وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ .

(ظاہری حالت یہ ہے کہ) آپ دیکھیں تو آپ کو وہ بہت اچھے لگیں گے اور (چرب زبانی کا یہ عالم کہ) اگر وہ بولیں تو آپ ان کی بات سننے لگیں۔ (خشوع و

خضوع ایسا کہ) جیسے دیوار سے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہوں۔ (بزدلی اور خوف کا یہ حال کہ) ہر پکار کو اپنے ہی اوپر بلا سمجھتے ہیں، یہی لوگ حقیقی دشمن ہیں۔ اے نبی! آپ ان سے ہوشیار رہئے، اللہ انھیں برباد کرے، کدھر پھرے جا رہے ہیں؟

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ .

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں تو سر مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ حق سے رکتے اور تکبر کرتے ہیں

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ .

ان کے حق میں برابر ہے، آپ چاہیں ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ تو ہرگز ان کی بخشش نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ، وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ .

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس رہنے والوں پر کچھ نہ خرچ کرو تاکہ وہ وہاں سے بکھر جاویں (معلوم ہونا چاہئے کہ) زمین و آسمان کے خزانے اللہ کی ملکیت ہیں، لیکن منافق اتنی بات نہیں سمجھتے۔

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ، وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ .

کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ لوٹ جائیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال باہر کریں گے۔ درانحالیکہ عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کے لئے ہے، تاہم منافقین اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں منافقوں کے ایمان کے جھوٹے دعووں کی قلعی کھل گئی ہے۔ دوسری آیت میں جھوٹی قسموں کو اپنے بچاؤ کے لئے بطور ڈھال استعمال کرنے کی غیر شریفانہ حرکت کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

تیسری آیت میں بتلایا گیا ہے کہ یہ سب جعلسازیاں چالبازیاں ایمان کی ناقدری کرکے کفر اختیار کر لینے کے نتیجہ میں قلوب کے مہر بند ہو جانے کی نحوست ہے۔ اسی وجہ سے اب ان کی سمجھ میں بات نہیں آ رہی ہے۔

پانچویں آیت میں ان کے اس غرور و استکبار کا ذکر ہے کہ جب ان سے اہل ایمان اپیل کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے ان منافقانہ حرکتوں کو چھوڑو، آؤ رسول اللہ ﷺ کے سچے دل سے حوالہ ہو جاؤ تا کہ وہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں تو وہ اسے اپنی جھوٹی شان اور وقار کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور اس بہی خواہانہ مشورہ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

چھٹی آیت میں صراحت ہے کہ جب یہ خدائے بے نیاز کے مقابلہ میں بے نیازی برتتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بھی ان کی کیا پڑی ہے؟! اے نبی! ایسے مغروروں کے لئے آپ استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ تو ان کو معاف نہیں فرمائے گا، کیفر کردار تک پہنچا کر رہے گا۔

ساتویں آیت بتلاتی ہے کہ ان کے قلوب کا بغض وعناد اس درجہ شدید ہو گیا ہے کہ وہ اسلام کی ضرورتوں پر صرف کرنے کی ترغیب کو اللہ و رسول کی (نعوذ باللہ) محتاجی و مجبوری سمجھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اگر ہم لوگ ضرورت مند مسلمانوں پر صرف کرنا بند کر دیں گے تو غرباء و ضعفاء مسلمین یہاں سے بھاگ جائیں گے، نتیجتاً اسلام محدود ہو کر رہ جائے گا، سو یہ ان کی جہالت وحماقت ہے، جب ارض وسماء کے خزائن کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو اس کو اپنے دین کی نشر واشاعت اور ناصرین دین کی امداد واعانت کے لئے کسی کی کوئی محتاجی ہرگز نہیں ہے، بندوں کو خرچ کرنے کی جو ترغیب دی جاتی ہے وہ ان کے قلوب کی صفائی، روح کی پاکیزگی اور ایمان کی بالیدگی کے لئے دی جاتی ہے، مگر منافق ان باتوں کو کہاں سمجھتے ہیں۔

آٹھویں آیت میں منافقوں کے مابین ایک مکالمہ کا ذکر کرکے —— کہ وہ آپس میں کہنے

لگے، مسلمانوں کو مدینہ میں پناہ دے کر ہم ہی لوگوں نے انھیں عزت وقوت فراہم کی ہے، لہٰذا اب جب اس سفر سے لوٹیں گے تو انھیں مدینہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا جائے گا، تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! —— ان کی نادانی و بدفہمی کو آشکارا کیا ہے کہ بزدلی وخوف کی وجہ سے دوغلی پالیسی اختیار کرکے بات بنائے رکھنے والوں کا اپنے کو عزیز اور مسلمانوں کو ذلیل کہنا کس قدر بے شرمی کی بات ہے اور چوری سینہ زوری کا مصداق ہے، عزت تو اللہ تعالیٰ اس کے نبی اور اس نبی کے ماننے والوں کا حق ہے اور ان ہی کو نصیب ہے، اس دُنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی۔ لیکن منافقوں کا غرور ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتا ہے کہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ پاتے۔

●●●

نفاق ـــــ احادیثِ شریفہ کی روشنی میں

قرآن کریم میں جس طرح نفاق اور منافقوں کی حقیقت کھول کھول کر بیان کردی گئی ہے اور اس بدبخت قوم کی ایک ایک عادت وخصلت کو آشکارا کیا گیا ہے، اس کے بعد اس قوم اور اس کی بری عادتوں کو سمجھنے کے لئے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ تاہم نبی کریم ﷺ ـــــ جن کا کام تبلیغ رسالت کے علاوہ تبیین وتشریح شریعت بھی ہے ـــــ نے مزید وضاحت کے ساتھ متعدد مواقع پر مسلمانوں کو ان رذائل سے آگاہ وخبردار فرمایا، جن کی بدولت یہ طبقہ منافقین اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی اور خلود فی النار کا سبب بنا۔ ذیل میں آپ ﷺ کے چند ارشادات بھی اس لئے نقل کئے جارہے ہیں کہ ہمارے ذہن وقلب میں ان کی شناعت وخباثت اچھی طرح بیٹھ جائے۔ تاکہ ہم ان خصائل بد سے خود کو اور سماج کو محفوظ رکھ سکیں۔

۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان۔[۱]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، منافق کی علامتیں تین ہیں: (۱) جب بولے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو بے وفائی کرے (۳) جب امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے۔

۲) عن عبداللہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا۔ اذا حدث کذب واذا عاھد غدر واذا وعد اخلف واذا خاصم فجر۔[۲]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چار خصلتیں ایسی ہیں، جس شخص میں وہ سب کی سب ہوں تو وہ پکا

[۱] بخاری، کتاب الایمان باب ۲۳
[۲] بخاری، کتاب الایمان باب ۲۴

منافق ہے اور جس میں اس میں سے مثلاً ایک ہو تو ایک خصلت نفاق کی اس میں ہے، جب تک کہ اسے ترک نہ کردے: ایک یہ کہ جب بولے تو جھوٹ بولے، دوسرے معاہدہ کرے تو اس کو توڑ دے، تیسرے وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور چوتھے جب جھگڑا ہو تو بدزبانی پر اتر آئے

نبی کریم ﷺ نے پہلی حدیث میں منافق کی علامتیں تین بتلائی ہیں اور دوسری میں چار، اس کے علاوہ متفرق طور پر بھی مزید نشانیاں آپ کے ارشاداتِ گرامی سے معلوم ہوتی ہیں، قرآن کریم میں بیان کردہ ان کے احوال میں کچھ اور بھی ہیں، شراح حدیث نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں مثلاً:

- ان احادیث میں مذکور عدد سے حصر مراد نہیں ہے، بلکہ موقعہ کی مناسبت سے کبھی ایک کبھی تین اور کبھی چار فرمادیں، اصل مقصود ان بری عادتوں سے مسلمانوں کو خبردار کرنا اور ان کی نفرت دلوں میں بٹھانا ہے۔
- ان احادیث میں اس طرح تطبیق بھی کی جاسکتی ہے کہ چار والی روایت میں نقض عہد کو وعدہ خلافی یا خیانت ہی کی صراحت سمجھا جائے اور اصل علامات تین ہی قرار دی جائیں۔
- علامات تو چار سے بھی زائد اور بہت ہیں، لیکن چوں کہ دین کا تعلق قول وفعل اور نیت سے ہے۔ اس لئے ان تین اُمور سے متعلق ایک ایک علامت بتلادی یعنی جھوٹ قول کا فساد ہے، خیانت عمل کا فساد ہے اور وعدہ خلافی نیت کا فساد ہے اور باقی علامات ان تینوں ہی میں سے کسی کے تابع ہوں گی۔
- یہ بھی کہا جاسکتا ہے "آیۃ المنافق" یا "علامۃ المنافق" سے قبل "من" محذوف ہے اور مقصد یہ ہے کہ نفاق کی علامات میں سے اس وقت تین یا چار بیان کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس روایت کے بعض دوسرے طرق میں "من علامۃ المنافق ثلاث" صراحتاً موجود ہے۔ جن کی امام مسلمؒ اور امام طبرانیؒ نے تخریج کی ہے۔[۱]

بہرحال مذکورہ بالا ان دونوں حدیثوں کے مجموعے سے پانچ علامات منافقین کی معلوم

[۱] فتح الباری ۱۲۱/۱

ہوتی ہیں :

۱) بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے ۲) وعدہ کرتا ہے تو بے وفائی کرتا ہے ۳) امانت رکھائی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے ۴) کسی سے لڑائی جھگڑا ہوتا ہے تو فحش کلامی و بدزبانی پر اتر آتا ہے ۵) کوئی معاہدہ طے پاتا ہے تو اس کو توڑ دیتا اور خلاف ورزی کرتا ہے۔

۳) عن سعید بن المسیب مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ بیننا وبین المنافقین شھود العشاء والصبح ، لایستطیعونھا ۔[1]

اے مسلمانو! ہمارے اور منافقین کے مابین ایک علامت عشاء اور فجر کی جماعت میں حاضری بھی ہے (کہ یہ عمل ہمارے لئے تو آسان ہے) مگر منافقین کے لئے انتہائی دُشوار ہے۔

۴) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اثقل صلوۃ علی المنافقین صلوۃ العشاء وصلوۃ الفجر ۔[2]

منافقین پر سب سے گراں اور بھاری نماز، عشاء اور فجر کی نماز ہے۔

علامہ عبدالروف مناویؒ نے دونوں حدیثوں کی تشریح کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ فجر اور عشاء کی نمازیں ہمارے لئے آسان اس لئے ہیں کہ ہم لوگ نمازیں دل کی خوشی اور شوق سے ادا کرتے ہیں، اس لئے ہم لوگوں کو ان نمازوں کی جماعت میں حاضری —— باوجود دُشواریوں کے بھی —— نہایت آسان اور سہل محسوس ہوتی ہے۔ برخلاف منافقوں کے وہ لوگ نماز پڑھنا ہی نہیں چاہتے، صرف اپنے کفر کو چھپانے کی مجبوری سے نمازوں میں حاضر ہو جایا کرتے ہیں، اس لئے جب دل ہی میں اس کا شوق اور اس کی لذت کا احساس نہیں ہے تو ان کے لئے عام نمازوں میں حاضری بھی بہت مشکل اور گراں باری کا سبب ہے، چہ جائے کہ عشاء اور فجر کی جماعت کی حاضری۔ عشاء اور فجر کی خصوصیت اس لئے کہ عشاء کا وقت تو دن بھر کے تھکے ہاروں کے لئے آرام اور نیند کی رغبت کا وقت ہوتا ہے اور فجر کا وقت، گرما میں میٹھی نیند کا اور سرما میں جاڑے کی شدت کا وقت ہوتا ہے۔ پس جس کے دل میں اللہ و رسولؐ کی عظمت اور نماز

۱؎ رواہ السیوطی فی الجامع الصغیر بسند صحیح ۲؎ مسلم، کتاب الصلوۃ باب ۴۱

کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہے، وہ کیسے ان لذات کو قربان کرنے کی ہمت کر سکتا ہے؟ منافقوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو چوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہے اور انھیں معلوم ہے کہ نمازوں بالخصوص عشاء اور صبح کی نماز میں حاضری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو کس قدر پسند ہے، اور نہ حاضر ہونا کس قدر ناپسندیدہ ہے، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی عظمت و محبت —— باوجود اس وقت کے ان کے لئے بھی لذت نوم اور ضرورت استراحت کے ہونے کے —— ان کو بآسانی راحت و آرام کے ایثار کے لئے آمادہ کر لیتی ہے اور وہ ذوق و شوق کے ساتھ رضائے الٰہی اور ثواب اُخروی کی خاطر بآسانی مسجد پہونچ جاتے ہیں —— اور اُخروی اجر و ثواب، رضائے الٰہی کا حصول یقیناً ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی تلاش میں راہ خدا کی سب مشکلات مومن کے لئے آسان ہو جاتی ہیں —— جس طرح شہد والا شہد حاصل ہونے کی اُمید میں مکھیوں کے ڈنک اور اس کی سوزش و جلن سے ہمت نہیں ہارتا، جس طرح مزدور شام کو ملنے والی اُجرت کی توقع میں صبح سے شام تک بھاری بھاری بوجھ ڈھونے سے نہیں گھبراتا، جس طرح کاشت کار غلہ اور اناج کی توقع میں سال بھر گرمی سردی دھوپ و بھوک سے بے نیاز ہو کر خون پسینہ ایک کر دینے سے جی نہیں چراتا، اسی طرح مومن کامل رضائے الٰہی، شفاعت نبوی اور جنت کی نعمتوں اور لذتوں کے شوق و تمنا میں کسی بھی راحت و آرام کا ایثار کرنے اور کسی بھی کلفت و مشقت کو سہارنے سے پیچھے نہیں ہٹتا —— بلکہ بصد ذوق و شوق انھیں اختیار کرتا بلکہ ان پر نازاں و خوش رہتا ہے۔ مگر منافق بے چارہ دل میں اللہ و رسول ہی کا منکر ہے اور جو کچھ کرتا ہے صرف لوگوں کو دکھانے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے کرتا ہے تو اس کے دل میں ان مشقتوں کو راہ خدا میں برداشت کرنے اور ایثار راحت سے کام لینے کی ہمت و حوصلہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ اسی لئے وہ دن کی نمازیں تو کسی طرح کاہلی سستی سے پڑھ لیتا ہے، مگر شب اور صبح کی نماز اس کے حق میں بس جان لیوا ہی ہو جاتی ہے۔[1]

اس تشریح کے بعد علامہ مناویؒ نے بعض عارفین کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ صبح کی جماعت میں حاضری دن بھر کے مشکل کاموں کو سہل بنا دیتی ہے اور عصر و عشاء کی جماعت میں

۱؎ فیض القدیر ۱/۸۸

حاضری دُنیا سے بے رغبتی اور نفس کی ناجائز خواہشات پر قابو حاصل ہونے کا سبب ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمازِ صبح کے بعد مادّی رزق اور عصر و عشاء کے بعد معنوی یعنی روحانی روزی بانٹی جاتی ہے۔ پس جو شخص ان نمازوں میں بالخصوص حاضر رہے گا، وہ جسمانی و روحانی دونوں روزی میں برکت و راحت پائے گا۔

جو مسلمان، مسلمان ہو کر بھی ان نمازوں میں غفلت ولاپرواہی برتتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی بڑا محروم ہے کہ اس پر نفاق کا اطلاق کیا گیا ہے۔ فقیہ ابواللیث سمرقندی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا فرائض کی ادائیگی میں یہ حال ہو کہ لوگ دیکھتے ہیں تو پڑھتا ہے اور کوئی نہ دیکھے تو پڑھتا ہی نہیں تو ایسی صورت میں یہ حقیقی منافق ہے۔ اس لئے کہ اگر ایمان صحیح ہوتا تو کم از کم فرائض تو ادا کرتا، اس کے برخلاف کوئی شخص فرائض بہر حال ادا کرتا ہے، تاہم کوئی دیکھ رہا ہو تو زیادہ اضافہ اور خشوع سے ادا کرتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا نفاق ''نفاقِ عمل'' کہلائے گا۔ ایسا شخص ریاء کار و گنہ گار ہے۔[1]

فقیہؒ کی اس وضاحت میں اس زمانہ کے بے نمازیوں کے لئے بڑی عبرت ہے، اللہ تعالیٰ نمازیں ضائع کرنے سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

۵) آیۃ الایمان حب الانصار و آیۃ النفاق بغض الانصار۔[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انصارِ مدینہ سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض و عناد نفاق کی نشانی ہے۔

انصار وہ مدنی حضرات صحابہ ؓ ہیں، جنھوں نے حضور اکرم ﷺ کی ہر طرح نصرت کی ہے۔ ان کا تعلق قبائل اوس اور خزرج سے ہے، ان ہی لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے مکہ مکرمہ میں پہلی اور دوسری بیعت کی تھی اور اس میں حضور ﷺ و اہلِ ایمان کو اپنے وطن ''مدینہ'' میں پناہ دینے، ان کی نصرت کرنے اور ان کے اُوپر حملہ کرنے والوں کا مقابلہ کرنے اور حد یہ کہ اپنی جانوں سے زیادہ آپ کی ذاتِ گرامی کو عزیز رکھنے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ اس وعدہ پر وہ حضرات نہ صرف یہ کہ

۱ تنبیہ الغافلین ۲۲ ۲ بخاری، کتاب الایمان باب ۱۰

پختگی کے ساتھ قائم رہے بلکہ ان وعدوں سے بھی آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کے لئے سب کچھ قربان کیا اور یہ سب کسی دُنیوی غرض کے بغیر صرف اللہ کے واسطے! اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ سارا عرب بشمول اپنوں اور پرایوں کے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے جان کا دُشمن، خون کا پیاسا ہو چکا ہو اور یہ دُشمنی سخت سے سخت ہوتی جارہی ہو، کسی خاندان کا اپنے آپ کو ان لوگوں کی نصرت و اعانت اور مدد و حفاظت کے لئے پیش کرنا اور پورے جزیرۃ العرب کو اپنا مخالف و دشمن بنالینا معمولی دل گردہ کی بات نہیں تھی، نہ صرف یہ کہ زبانی جمع و خرچ ہو بلکہ برسہا برس تک بلا کسی جبر و اکراہ کے خوشی و مسرت اور جوش و جذبہ کے ساتھ اس وعدہ کو نباہتے رہنا، ایثار و قربانی میں اضافہ ہی کرتے رہنا پیچھے نہ ہٹنا ـــــ تحریر کی سطروں اور تقریر کے لفظوں میں خواہ کتنا ہی سہل ہو ـــــ عمل کی دشوار گذار وادیوں میں بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ اس لئے ان حضرات سے دلی محبت و تعلق کا ہونا ہر مسلمان کے اسلام و ایمان کا تقاضہ ہے، مگر منافقین ـــــ جن کے قلوب اسلام اور مسلمانوں بالخصوص نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی دشمنی سے بھرے ہوئے تھے ـــــ کو ان جاں نثار و دل سپار عاشقانِ رسول سے کیسے محبت ہو سکتی ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان کی محبت کو علامتِ ایمان اور ان سے بغض و نفرت کو علامتِ نفاق قرار دیا جو بالخصوص اس زمانہ میں مخلص و منافق کو پہچاننے میں بڑی مددگار تھی اور بعد کے ادوار میں بھی یقیناً ''انصار الرسول'' کی محبت ''رسول'' کی محبت اور کمالِ ایمان کا لازمہ اور ان سے بغض، رسول سے بغض اور منافقت کی علامت شمار ہوتا رہے گا۔ اللھم اجعلنا ممن یحب اللہ ورسولہ وانصارہ۔

حدیث سے متعلق چند اہم اور مفید نکات شارح جامع صغیر علامہ عبدالرؤف مناویؒ کے حوالہ سے درج ذیل ہیں:

◄◄ اس حکم میں اولادِ انصار شامل نہیں ہیں، صرف انصار کرام ہی مراد ہیں، جس طرح مہاجرین کے فضائل میں مہاجرین کی اولاد شامل نہیں ہوتی ہے (اس لئے کہ یہ شرف ان کے خاص عمل کی وجہ سے ہے اور جب وہ عمل دوسروں کو حاصل نہیں تو یہ شرف بھی حاصل نہیں ہوگا)

◂◂ انصار کا مقام اس فضیلت کی وجہ سے مہاجرین سے فائق نہیں ہوگا، کیوں کہ مہاجرین کرام مکہ مکرمہ کے سخت ترین حالات میں جس طرح آپ کے دست و بازو بنے رہے، پھر آپ کے اور آپ کے دین کی خاطر اہل و عیال، گھربار، دوست احباب، راحت و آرام کو تج دیا، حتیٰ کہ وطن عزیز تک کو خیر باد کہہ دیا وہ اپنی مثال آپ ہے، اس کی وجہ سے ان کو آپ کی نصرت و محبت میں ہر طرح کی پیش رفت و سبقت حاصل ہے اور رہے گی۔

◂◂ جس محبت کو کمالِ ایمان کے لئے مطلوب قرار دیا گیا ہے، یاد رہے کہ یہ "محبت عقلی" ہے، طبعی طور پر دل کا میلان نہ ہو مگر عقلاً ان کو قابل احترام و تعظیم سمجھتا ہو تو یہ بھی کافی ہے بلکہ شرعی محبت تو عقلی ہی ہے نہ کہ طبعی۔ یہ ایسا ہی جیسے مریض طبعاً دواؤں سے کراہت کرتے ہوئے بھی عقلاً اس کی ضرورت کا قائل اور ان کے استعمال کا خواہش مند رہتا ہے اور اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔

◂◂ حدیث میں حبِ انصار کو "علامتِ ایمان" اور بغض انصار کو "علامتِ نفاق" فرمایا گیا ہے حالاں کہ "ایمان" کی ضد "کفر" ہے تو بغض انصار کو علامت کفر کہنا بظاہر مناسب تھا، مگر ایسا نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی پہچان بتلانا مقصود نہیں ہے کہ کفار تو اپنے طرز عمل سے جانے پہچانے ہی ہیں۔ اصل مسئلہ ان دھوکہ باز منافقوں کا ہے، جو اپنی دوغلی پالیسی اور دوہرے معیار سے اپنے کو بظاہر مسلمان جتا کر مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں اور مارِ آستین بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے دکھتی رگ پکڑ کر ان کے نفاق کا پول کھولا ہے۔[1]

۶) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایۃ مابیننا وبین المنافقین انھم لایتضلعون من ماء زمزم.[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : مسلمانوں اور منافقین کے درمیان ما بہ الامتیاز ایک یہ ہے کہ منافق (ہماری طرح) آبِ زمزم وفورِ عقیدت سے سیر ہو کر نہیں پیتا۔

امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں اس تفصیل کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے دریافت فرمایا، کہاں سے

---

[1] فیض القدیر ۱/۸۶
[2] رواہ السیوطی فی الجامع وصحح، فیض القدیر ۸۳۸

آ رہے ہو؟ اس نے عرض کیا، مکہ مکرمہ سے! آپ نے پوچھا، آبِ زمزم نوش کیا تھا؟ اس نے عرض کیا، جی ہاں! آپ نے پوچھا، اس کے ادب اور حق کے مطابق پیا تھا؟ اس نے عرض کیا وہ کیا صورت ہے؟ مجھے نہیں معلوم! تو آپ نے فرمایا جب آبِ زمزم پیا ہو تو قبلہ رو ہو کر بسم اللہ پڑھ کر تین سانس میں پینا چاہئے اور خوب سیر ہو کر پینا چاہئے اور اس کے بعد الحمد للہ پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے : "ہم مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان ما بہ الامتیاز زمزم کو سیر ہو کر پینا ہے کہ (ہم لوگ تو وفورِ شوق سے جی بھر پیتے ہیں مگر) منافق ایسا نہیں کرتا۔"[1]

بات دراصل یہ ہے کہ منافق کو اس کے دل میں مخفی عداوتِ اسلام و رسولِ اسلام کی وجہ سے ہر اس چیز سے نفرت ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو پسند ہے، چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماءِ زمزم کی فضیلت بیان فرمائی، اس کو اسلامی شعار اور اللہ کے نیک بندوں ——— اسماعیل و ہاجرہ علیہما السلام ——— کی یادگار قرار دیا اور اسی وجہ سے آپ کو اور آپ کے چاہنے والوں کو اس پانی سے محبت ہے، وہ اس کا احترام کرتے اور وفورِ شوق و غلبۂ محبت میں جب بھی پیتے ہیں تو خوب جی بھر کر پیتے اور اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس لئے منافقین کو حسبِ معمول اس عمل سے نفرت و کدورت ہوتی تھی، وہ ماءِ زمزم اولاً تو پینا نہیں چاہتے تھے اور اگر اپنے نفاق کو چھپانے کے لئے کبھی پینا ہی پڑتا تھا تو اسی طرح بے دلی اور زبردستی سے چند گھونٹ اُتار لیتے، جس طرح لوگوں کو دکھانے اور کفر کو چھپانے کے لئے زبردستی نمازیں ٹرخا لیا کرتے تھے، چوں کہ یہ بدنصیب مسلمانوں میں ہر جگہ رلے ملے رہتے تھے۔ اس لئے ہر عنوان اور ہر زاویہ سے آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے ان کی قلعی کھولی ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج ارکانِ اسلامی کا معاملہ ہو یا محبتِ انبیاء و صحابہ کا قصہ ہو، ہر زاویہ اور ہر کسوٹی پر یہ بدنصیب دوغلے اور کھوکھلے ہی ملیں گے۔ پس مسلمان ان سے ہوشیار و خبردار رہیں۔

۷) عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المنافق کا الشاۃ العائرۃ بین الغنمین تعیر الیٰ ھذہ مرۃ والیٰ ھذہ مرۃ.[2]

---

[1] رواہ السیوطی فی الجامع وصحح، فیض القدیر ۸۳۸
[2] رواہ مسلم کتاب صفات المنافقین ج ۴

نبی کریم ﷺ نے فرمایا منافق کی مثال اس مادہ بکری کی طرح ہے جو نر کی تلاش میں ادھر اُدھر بکریوں کے گلوں میں ماری پھرتی رہتی ہے۔

حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے مولانا بدر عالم میرٹھیؒ فرماتے ہیں :

منافق ذلیل کی مثال اس بکری سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی جو نر کی تلاش میں بکھری بکھری پھرتی ہے، یہ مادہ صفت (نسوانی مزاج) بزدل لوگ بھی کبھی اپنے نفع کی خاطر مسلمانوں میں اور کبھی کافروں میں مارے مارے پھرتے ہیں، ان کا سارا نقطۂ نظر صرف دُنیا کا مال اور جان کی حفاظت ہوتا ہے۔ مردوں کی طرح مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتے، بلکہ عورتوں کی طرح دوسروں کی آغوش میں عافیت کے متلاشی رہتے ہیں۔ واقعی نفاق کے مرض سے نفرت پیدا کرنے کے لئے اس سے زیادہ موثر تشبیہ کیا ہوسکتی ہے؟

۸) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولم یغزوا ولم یحدث بہ نفسہ مات علیٰ شعبۃ من النفاق .[۱]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس نے زندگی میں نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی کبھی اس کی تمنا ہوئی، خواہ دل ہی دل میں سہی وہ شخص نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔

یعنی ضرورت پڑنے پر اللہ کے راستہ میں جان دینے کی تمنا تو ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے، جب کہ یہ تمنا طبعاً ہونا بھی کوئی ضروری نہیں، عقلاً ہونا کافی ہے۔ برخلاف اس کے منافق چوں کہ اپنے کفر سے واقف ہے اور آخرت کی پکڑ کا احساس ستاتا رہتا ہے نہ اسے کامیابی کا یقین ہے نہ اجر کی اُمید تو وہ کیسے جہاد و قتال کے لئے تیار ہوسکتا ہے؟! اسی لئے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی یہ لوگ حتی المقدور جہاد سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ کبھی جانا بھی پڑتا تو جی چراتے ہوئے زبردستی نکلتے تھے، اس لئے اس کو علاماتِ نفاق میں شمار کیا گیا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں" جو شخص ایسا کرے یعنی راہِ خدا میں جہاد سے جی چرائے اور اس کے تصور سے بھی گھبرائے تو اس صفت میں وہ منافقین کے مشابہ ہوگیا، اس لئے کہ ترکِ جہاد نفاق کا ایک شعبہ ہے۔[۲]

[۱] رواہ مسلم ۱۵۱۷/۳ [۲] شرح صحیح مسلم ۵۰/۱۳

۹) عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبۃ من النافق .[۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : حیاء اور کم سخنی ایمان کے شعبے ہیں، بدزبانی اور زبان آوری نفاق کے شعبے ہیں۔

شرم و حیا کا ایمان کا شعبہ ہونا واضح و ظاہر ہے، البتہ حیا کے یہاں وہ عرفی معنے نہیں ہیں جو جھینپے اور جھوٹا تکلف برتنے کے عیب کے لئے عرف میں مستعمل ہے، بلکہ حقیقی حیا وہ انفعالی کیفیت ہے جو برائی کے کاموں سے آدمی کو بچائے اور غیر شریفانہ حرکات سے باز رکھے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں : اعلم ان حقیقۃ الحیاء ان مولاك لایراك حیث نھاك ، یعنی حیاء کی حقیقت آدمی کا ایسے کاموں سے بچنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ناجائز کیا ہے۔ اور کم سخنی (عی) کا مطلب بھی یہی ہے کہ بردباری اور وقار ذاتی کی وجہ سے بے باکانہ اور جابرانہ گفتگو نہ کرسکنا۔ زبان کی مجبوری یا فصاحت و بلاغت سے محرومی اس جگہ مراد نہیں ہے۔

یہ تو ایمان کا شعبہ ہوا، نفاق کے شعبہ میں بیان اور بذاء دو لفظ آئے ہیں : بذاء بدزبانی اور فحش کلامی کو کہتے ہیں۔ بیان سے مراد زور آوری اور لفاظی ہے جیسا کہ بے حیا لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ گفتگو میں بے معنی لفاظی اور بلاضرورت زور آوری سے مخاطب کو مرعوب کرنا اور اس پر غالب ہونا چاہتے ہیں، جب کہ بات میں سچائی و دیانت کا کوئی وزن بھی نہیں ہوتا۔

۱۰) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ان للمنافقین علامات یعرفون بھا ، تحیتھم لعنۃ ، وطعامھم نھبۃ ، وغنیمتھم غلول ، ولایقربون المساجد الاھجرا ، ولایاتون الصلوۃ الادبرا ، مستکبرین لایالفون ولایؤلفون ، خشب باللیل صخب بالنھار .[۲]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : یقیناً منافق کی چند علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں : (۱) ان کے ملاقات کرنے کا طریقہ سلام دُعا کے بجائے لعنت ملامت کرنا ہے (۲) ان کی غذا

[۱] رواہ الترمذی کذا فی المشکوۃ، کتاب الآداب [۲] رواہ احمد، کذا فی تفسیر ابن کثیر ۳۶۹/۳

خوراک، لوٹ مار اور ظلم و جور کی آمدنی ہے (۳) ان کا مالِ غنیمت، خیانت اور چوری کا مال ہے (۴) مسجدوں کا احترام کرنے کے بجائے وہاں ٹھٹھا اور دل لگی کرتے ہوئے آتے ہیں (۵) جماعت میں قصداً دیر سے آکر پیچھے شریک ہوتے ہیں (۶) ایسے تنانے اور متکبر ہوتے ہیں کہ نہ خود کسی سے اُلفت و اُنسیت رکھتے ہیں، نہ دوسروں کو ان سے کوئی اُلفت ہوتی ہے (۷) راتوں کو خشک لکڑی کی طرح پڑے سوئے رہتے ہیں اور دنوں میں ہنگامے کرتے پھرتے رہتے ہیں۔

کس قدر افسوس کی بات ہے اور عبرت کا مقام ہے کہ جن بری عادتوں کو رسول اللہ ﷺ نے منافق کی علامت اور اس کی پہچان فرمایا تھا، وہ سب کی سب آج اُمت کے نوجوانوں کی اکثریت کا حال بن گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہمیں احساسِ زیاں نصیب فرمائے۔ آمین

●●●

نفاق ــــ صحابہ کرام اور سلفِ صالحین کی نگہ میں

قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ نے مسئلہ نفاق کی جانب جب اس قدر توجہ فرمائی اور اس کی شناعت و خباثت، دُنیوی مضرات اور اُخروی نقصانات کو کھول کھول کر بیان کیا، اس کی علامتوں اور اس مرض میں مبتلا لوگوں کی خصلتوں و عادتوں سے روشناس کرایا، نیز خود اللہ تعالیٰ سے اپنی دُعاؤں میں اس بلائے بے درماں اور مرض مہلک سے پناہ مانگی تو ظاہر ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور ان کے بعد حسب مرتبہ اولیاء کرام و علماء عظام پر اس کی سنگینی و خطرناکی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی، جس کا نتیجہ ہر وقت ان لوگوں کے اس مرض سے چوکنا اور ہوشیار و بیدار رہنے کی صورت میں ظاہر ہوا، ذیل میں اس کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے:

◄◄ امام بخاری نے کتاب الایمان میں ابن ابی ملیکہؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ انھوں نے تیس صحابہؓ سے ملاقات کی، ان سب کو اپنے نفس کے بارے میں نفاق کے خطرہ سے ڈرتا ہوا پایا، ان میں سے کوئی بھی اپنے ایمان کو فرشتوں کے ایمان کی طرح خطرۂ ارتداد سے خالی ایمان نہیں سمجھتا تھا۔[1]

◄◄ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہؒ کی ملاقات جن صحابہ کرام سے ہوئی ہے، ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت اسماءؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے اجلہ صحابہ شامل ہیں، ان سب کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ یہ سب حضرات ''نفاق'' سے ڈرتے رہتے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نفاق کتنی خطرناک چیز ہے اور یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ ان حضرات کے نفاق سے ڈرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ اللہ وہ نفاق

۱؎ بخاری، کتاب الایمان باب ۳۶

میں مبتلا تھے، بلکہ یہ خوف وڈر ان کے ورع وتقویٰ کے کمال کا نتیجہ تھا کیوں کہ آدمی کو جب حق تعالیٰ کی جلالتِ شان اور نفس کے مکائد کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور اخلاق وریاء کاری کی نزاکت کا احساس ہو جاتا ہے تو وہ ایمان کو نقصان پہنچانے والے اسباب کے نام سے گھبراتا اور ہر وقت لرزاں وترساں رہتا ہے۔[1]

حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے جامع العلوم والحکم میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ کو ایک شخص نے نماز میں "نفاق" سے پناہ مانگتے ہوئے سنا تو سلام پھیرنے کے بعد اس نے عرض کیا کہ حضرت! کہاں آپ کا مرتبہ ایمان اور کہاں نفاق؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے اس کے جواب میں پہلے تین دفعہ استغفر اللہ فرمایا، اس کے بعد فرمایا "اپنے ایمان کے بارے میں ابتلاء و آزمائش سے بے خوف نہ رہا کرو، بخدا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک لمحہ کے لئے ایسی آزمائش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اپنے دین ہی سے پھر جاتا ہے۔

ابورجاء العطاردی سے کسی نے پوچھا کہ جن صحابہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی، کیا وہ نفاق سے ڈرا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا: الحمد للہ میں نے اجلہ صحابہ سے ملاقات کی ہے، وہ حضرات نفاق سے بہت ڈرتے تھے، جی ہاں بہت ڈرتے تھے۔[2]

حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک دن منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "میں تم لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ "منافق علیم" کے شر سے ڈرتا ہوں، تو لوگوں نے پوچھا کہ منافق، علیم کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا "منافق علیم اس کو کہتے ہیں جو باتیں بڑی حکمت وایمان کی کرتا ہے مگر عمل خلاف شرع اور ظلم کے کرتا ہے۔"[3]

حضرت ابن عمرؓ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ ہم لوگ اپنے حکام کے پاس جاتے ہیں تو ایسی باتیں کرتے ہیں، جن کے ہم دل سے قائل نہیں رہتے، اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا "ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایسے عمل کو نفاق شمار کرتے تھے۔"[4]

---

[1] فتح الباری ۱۳۹/۱ [2] جامع العلوم والحکم ص ۵۴۴

[3] جامع العلوم والحکم ص ۵۴۴ [4] ایضاً عن البخاری

حضرت حذیفہؓ فرماتے تھے کہ بعض باتیں ایسی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کوئی اگر ایک مرتبہ کہہ دیتا تو منافق قرار دیا جاتا تھا (لیکن اب بے باکی کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ) میں ایک ایک دن میں بلکہ ایک ایک مجلس میں دس دس مرتبہ لوگوں کی زبان سے سن رہا ہوں۔[1]

حضرت حذیفہؓ ہی نے فرمایا: اس زمانہ کے منافق نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے منافقین سے زیادہ شریر و بے حیا ہیں، اس لئے کہ وہ اپنے نفاق کو چھپایا کرتے تھے اور آج کل کے منافق تو کھلے عام ظاہر کرتے پھرتے ہیں اور اس کو کمال سمجھتے ہیں۔ امام غزالیؒ حضرت حذیفہؓ کے اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ نفاق، کمال وصدق ایمان کے منافی اور اس کی ضد ہے، نہ کہ ایمان کل کی اور اس نفاق سے سب سے زیادہ محفوظ وہ شخص ہے جو اس سے ہوشیار و خبردار رہتا ہے اور سب سے زیادہ پرخطر وہ ہے جو اس سے نڈر و بے خوف رہتا ہے۔[2]

سیدنا عمر بن الخطابؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہؓ کے پاس منافقین کی فہرست ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس رکھائی ہے تو حضرت عمرؓ ان سے خدا کی قسم دے کر پوچھا کرتے تھے کہ حذیفہ! تم میرے اندر کوئی بات نفاق کی تو نہیں پاتے؟ اور بڑی عاجزی، دردمندی اور سوز وغم سے معلوم کرتے تھے کہ منافقین کی اس فہرست میں میرا نام تو نہیں ہے؟[3]

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ خوف اور اپنے بارے میں نفاق کا خطرہ نفاقِ حقیقی کے پائے جانے کا نہ تھا، بلکہ وہی نفاقِ اصغر یعنی عملی نفاق کا تھا پھر چوں کہ منافقوں کی صفات پیدا ہو جانے کے نتیجہ میں نفاقِ حقیقی تک بھی معاملہ پہنچ جانے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے انھیں یہ فکر لگی رہتی تھی، جیسا کہ امام اوزاعیؒ نے صراحت فرمائی ہے۔[4]

حضرت حذیفہؓ سے منافق کے بارے میں پوچھا گیا کہ کسے کہتے ہیں؟ جواب میں انھوں نے فرمایا، منافق اس کو کہتے ہیں جو ایمان کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر عمل اس کے مطابق نہیں کرتا۔[5]

---

[1] ایضاً عن احمد [2] احیاء علوم الدین ۱۳۶/۱

[3] البدایہ والنہایہ ۱۳۷/۱ [4] البدایہ والنہایہ ۱۳۷/۱ [5] البدایہ والنہایہ ۱۳۷/۱

◄ حضرت حنظلہ الاسدی رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن وہ بیٹھے رو رہے تھے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ گئے، ان کو روتا ہوا دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تمہیں کیا ہوگیا؟ انھوں نے عرض کیا، میں تو منافق ہوگیا! فرمایا وہ کیسے؟ عرض کیا ہم جب نبی کریم ﷺ کی مجلس شریف میں ہوتے ہیں، اُس وقت آخرت گویا عینی مشاہدہ کی طرح ہوتی ہے اور جب آپ کے ہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر اور بال بچوں میں پہنچتے ہیں تو غفلت طاری ہوجاتی ہے اور وہ کیفیت ایمان ویقین کی باقی نہیں رہتی جو مجلس شریف میں ہوا کرتی ہے، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ حال تو ہمارا بھی ہے، پھر دونوں مل کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب ماجرا کہہ سنایا، آپ نے ان کی اس تشویش کو سننے کے بعد انھیں اطمینان دلایا کہ یہ نفاق نہیں ہے۔ (تم میری صحبت ومجلس میں ایمان ویقین کے جس مرتبہ پر رہتے ہو، اس پر ہر حال میں نہیں رہ سکتے، یہاں سے ہٹ کر اس کا باقی رہنا عادۃً ممکن نہیں ہے) اگر ایسا ہوتا تو تم گویا فرشتے ہوجاتے اور فرشتے راستوں میں اور بچھونوں پر تم سے مصافحہ کرنے لگتے، مطلب یہ ہے کہ بشری تقاضوں کی تکمیل کے لئے منجانب اللہ یہ تغیر پیدا ہوتا ہے، ورنہ نظام کائنات ہی درہم برہم ہوجاتا۔[۱]

◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! ہم تو ہلاک ہوگئے! آپ نے فرمایا، وہ کیسے؟ انھوں نے عرض کیا، نفاق کی وجہ سے! آپ نے فرمایا کیا تم لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہیں دیتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا، ضرور دیتے ہیں! آپ نے فرمایا، اطمینان رکھو وہ نفاق نہیں ہے (جس کو تم غایت خشیت سے نفاق سمجھ رہے ہو)۔[۲]

◄ مشہور تابعی حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

مومن نفاق سے ڈرتا ہے اور منافق اس سے بے خوف وبے فکر رہتا ہے۔ اسی طرح انھوں نے ایک دفعہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا: "جتنے مومن موجود ہیں اور جو گذر گئے سب نفاق سے ڈرنے والے تھے اور جو منافق گذر گئے اور جو موجود ہیں، ان میں سے کوئی بھی نفاق سے ڈرنے والا نہیں۔

۱ صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب ۳ ۲ مجمع الزوائد ۱/۳۶

یہ بھی ان کا ارشاد ہے کہ جو نفاق سے نہیں ڈرتا وہ منافق ہے۔"[۱]

ایک دفعہ ان سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ نفاق سے بری اور محفوظ ہیں۔ فرمایا اللہ کی قسم! اگر مجھے (کسی طرح) معلوم ہوجائے کہ میں نفاق سے بری ہوں تو یہ مجھے زمین کے سونا بن جانے سے زیادہ خوشی کا سبب ہوگا۔ (جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو موت تک اس سے امن نہیں ہے)

ایک اور موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے زبان ودل، ظاہر وباطن، اندر وباہر کے درمیان اختلاف نفاق ہی کا ایک حصہ ہے۔[۲]

◄ عظیم المرتبت محدث حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

ہم میں (یعنی اہلسنت والجماعت میں) اور مرجیہ (یعنی ایک باطل فرقہ) میں جو اعتقادات کے فرق ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نفاق کا خطرہ موجود ہونے کے قائل ہیں اور وہ اس کے منکر ہیں۔

◄ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں، جس طرح گناہوں کی کثرت اور ان پر اصرار سے اندیشہ ہے کہ مبادا موت سے قبل ایمان سلب نہ کرلیا جائے۔ اسی طرح منافقانہ خصلتوں اور حرکتوں میں مبتلا شخص کے لئے بھی یہی اندیشہ ہے کہ کہیں ایک دن وہ حقیقی اور خالص منافق نہ بن جائے۔ اعاذنا اللہ منہ

◄ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اپنے نفس کے بارے میں نفاق میں مبتلا ہونے سے نہیں ڈرتا، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ نے انتہائی حیرت واستعجاب سے پوچھا، کیا ایسا بھی کوئی مومن ہوتا ہے جو اپنے بارے میں نفاق کے خطرہ سے نہیں ڈرتا؟

◄ بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ جسم کو باادب ومتواضع بنائے رکھنا باوجود یہ کہ دل اس کیفیت سے خالی وعاری ہو، یہ بھی نفاق ہے۔ یعنی نفاق عملی۔[۳]

◄ ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے قول وعمل کا تقابل کرتا ہوں تو مجھے اندیشہ ہونے

۱ فتح الباری ۱/۱۳۰ ۲ احیاء علوم الدین ۱/۱۴۷

۳ جامع العلوم والحکم ۱/۵۳۳

لگتا کہ کہیں میں جھوٹا نہ قرار دیا جاؤں۔[1]

یہ چند مثالیں ہیں جو اسلاف کرام کے ''مرضِ نفاق'' کے بارے میں فکر مند اور ہر وقت چوکنا رہنے سے متعلق ہیں۔ ان اکابر کو نعوذ باللہ اپنے ایمان میں شبہ نہیں تھا، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی کو حق تعالیٰ شانہٗ کی شان کبریائی و بے نیازی کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے آپ پر بھروسہ نہیں کرتا، وہ ایمان کی حفاظت اور خاتمہ بالخیر کے لئے متفکر و بے چین ہو جاتا ہے، اسے ڈر لگا رہتا ہے کہ کسی وقت بھی نفس و شیطان کے جال میں پھنس کر ایمان، کفر و نفاق سے تبدیل نہ ہو جائے، پھر جہاں تک نفاق عمل کا تعلق ہے تو انتہائی تیقظ و بیدار مغزی کے بغیر اس سے بچنا بہت ہی مشکل ہے، اس لئے ان حضرات کو ہر وقت اس کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

●●●

---

[1] ترجمان السنۃ ۲۶۴/۱

نفاق ـــــ تاریخ و واقعات کے آئینہ میں

مرضِ نفاق، جس کی تحقیق اور اس کی نشانیاں، گذشتہ صفحات میں قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس کے ساتھ عہد رسالت میں پیش آئے منافقین کے واقعات و حالات بھی اگر سامنے رکھے جائیں تو ان کی تصویر مزید واضح اور روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اس لئے آئندہ سطروں میں چند واقعات عبرت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں :

◄◄ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ایک خطبہ دیا، جس میں منافقوں کی بدحالی و بدعملی کا تذکرہ فرمایا، ایک منافق ''جلاس'' جو آپ کی مجلس میں موجود تھا، اپنے لوگوں میں جا کر انہیں ورغلانے کے لئے کہنے لگا، اگر یہ سچ ہے جو محمد ﷺ نے ہمارے بارے میں کہا ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم لوگ گدھوں سے بھی گئے گذرے ہیں، حالاں کہ ہم شرفاء ہیں، ایک مخلص مسلمان عامر بن قیس نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا : ''رسول اللہ ﷺ تو سچے ہی ہیں اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ تم لوگ گدھوں سے بھی بدتر ہو، پھر جب سفر تبوک سے واپسی ہوئی تو ان صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے اس منافق کا آپ کے خطبہ پر تبصرہ اور قوم کو ورغلانے کی کوشش کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے اس کو بلا کر تحقیق کی تو مکر گیا اور صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ عامر بن قیس نے یہ مجھ پر تہمت لگائی ہے، میں نے ایسا کہا ہی نہیں، آپ ﷺ نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھائیں تو جلاس نے بے دھڑک جھوٹی قسم کھالی اور عامر رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھائی اور دکھی دل سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یا اللہ! آپ ہی اپنے رسول پر میری سچائی کھول دیجئے، ان کی دعا پر آپ ﷺ نے اور تمام حاضر مسلمانوں نے ''آمین'' کہا، ابھی یہ مجلس برخواست بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور جلاس کے جھوٹ اور جھوٹی قسم کا پول کھول دیا۔

پھر یہ جلاس کی خوش نصیبی تھی کہ انھوں نے اپنی حقیقت کھل جانے کے بعد غلطی کا اقرار کرلیا، صدق دل سے توبہ کی اور مسلمان ہو گئے، اسلام پر اخیر تک قائم رہے۔

ف : حضرت جلاس نے اگرچہ اقرار جرم کر کے توبہ کر لی اور مسلمان ہو گئے اور بفضلہ تعالیٰ شرف صحابیت حاصل کرلیا جو بڑی سعادت اور انتہائی شرف کی بات ہے اور اب اسلام کے بعد ان کا ذہنی مرتبہ ہے جو عام صحابہ کرام کا ہے، لیکن جو حرکت زمانہ نفاق میں ان سے سرزد ہوئی وہ منافقین کے مزاج کو جاننے میں مددگار ہے کہ یہ طبقہ ہمیشہ جاسوسی، چغل خوری اور آپ ﷺ کی مبارک تعلیمات کی غلط توجیہ وتاویل کر کے اختلافات اور دشمنیوں کو پختہ کرتا اور غلط فہمیوں، بدگمانیوں کا ماحول بناتا رہتا تھا تاکہ بھولے بھالے، جدید الاسلام مسلمان اور اسلام اور مسلمانوں سے ذرا قرب وحسن ظن رکھنے والے کفار اپنے موقف سے بہک جائیں، ظاہر ہے کہ ان کا یہ وطیرہ ان کے دل میں مخفی انتہائی بغض وعناد کی غمازی کرتا ہے۔

◄◄ جب غزوۂ تبوک کی تیاریاں زور وشور سے چل رہی تھیں تو حضور اکرم ﷺ نے بنوسلمہ کے ایک منافق ''جد بن قیس'' سے فرمایا : تم اس سال رومیوں سے مقابلہ کے لئے نہیں چلو گے؟ اس نے منافقانہ حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے جواب دیا : بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے معذور سمجھیں اور فتنہ میں پڑنے سے بچالیں، کیوں کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری طبیعت میں حسین عورتوں کی طرف میلان بہت زیادہ ہے، اس لئے اگر میں آپ کے ساتھ جہاد میں چلوں گا اور وہاں رومیوں کی عورتیں نظر آئیں گی اور یہ بھی مسلم ہے کہ رومی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں تو مجھے اپنے نفس سے خطرہ ہے کہ وہ صبر نہیں کر سکے گا اور میں ان کے حسن کے فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے اس کی مکاری اور جہاد سے بیزاری کو پہچان کر کہ یہ منافق تقویٰ و پرہیزگاری کے حوالہ سے دین بیزاری کا ثبوت دے رہا ہے، اس سے اعراض فرمایا اور چھوڑ دیا۔[1]

ف : منافقت کی تعریف میں آپ جان چکے ہیں کہ باطن میں کفر چھپا کر زبان سے اسلام کا اظہار کرنے کو نفاق کہتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں کا ایک ایک واقعہ اس مکر ودجل کا واضح نشان ہے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ۴/۳

◄◄ اسی جہاد میں رسول اللہ ﷺ کی ترغیب پر حضرات صحابہ کرام ؓ نے انتہائی ایثار وقربانی سے کام لیتے ہوئے اپنے اموال خدمت نبوی میں پیش کر دیئے تھے، جس کی مثال ملنی مشکل ہے، مال دار صحابہ نے بڑی بڑی مقداریں خدمت اقدس میں نذر کر دیں تو غریب ومحتاج صحابہ نے حقیر وکم حیثیت اشیاء ہی سے سہی اس لشکر کا دل وجان سے تعاون کیا۔ منافقین —— جن کو راہ خدا میں صرف کرنا سب سے زیادہ گراں وتکلیف دہ تھا —— خود تو کچھ لا کر دے نہ سکے، البتہ ان عاشقان خدا ورسول پر حسد کی وجہ سے دینے والوں کی دل شکنی وایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھی، تاریخ بتلاتی ہے کہ اس موقعہ پر بھی منافقین کے طعنوں سے کوئی بچ نہ سکا، اگر کوئی تھوڑا صدقہ لاتا تو منافق کہتے : اس حقیر صدقہ کی اللہ تعالیٰ کو کیا حاجت ہے؟ اور اگر کوئی بڑی مقدار لاتا تو کہتے : سب ریاکاری اور دکھاوا ہے۔ چنانچہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے رات تمام ایک باغ کی نالیاں صاف کرنے کا کام کیا جس کے بدلے دو صاع کھجور ملے، ایک صاع بال بچوں کے لئے رکھ کر ایک صاع آپ کی خدمت میں لایا ہوں، آپ ﷺ نے قبول فرما کر صدقہ کے ڈھیر میں ڈال دینے کا حکم فرمایا، منافقین اس شخص کو دیکھ کر ہنسنے لگے اور کہنے لگے یہ تیری ایک صاع کھجوروں کی اللہ رسول کو کیا ضرورت ہے؟ اتنے میں حضرت عبدالرحمن ابن عوف ؓ تشریف لائے، انھوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی صدقہ دینے والا باقی رہ گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا صرف تم بچ گئے ہو، حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے فرمایا : میری طرف سے سو اوقیہ سونا صدقہ میں قبول فرمائیے، حضرت عمر ؓ نے حیرت سے فرمایا : پاگل تو نہیں ہو گئے ہو، اتنی بڑی مقدار دے سکتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! میرے پاس آٹھ سو درہم ہیں، میں نے ان میں سے چار سو اپنی ضروریات کے لئے رکھ لینے کا اور چار سو اپنے پروردگار کو قرض دینے کا ارادہ کرلیا ہے، نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا : اللہ تعالیٰ تمہارے رکھے ہوئے میں بھی برکت دے اور جو تم نے راہ خدا میں دیا اسے بھی قبول فرمائے، یہ دیکھ کر بخیل وحریص منافقوں کے دل جلنے لگے اور ان لوگوں نے کہا، خدا کی قسم ابن عوف نے تو بس ریاکاری اور دکھاوے کے لئے یہ سب کیا ہے![1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۳۵۹/۳

◄◄ نبی کریم ﷺ جب کبھی جہاد کا ارادہ فرماتے تو یہ منافقین اولاً آپ کے ساتھ ہو لیتے، لیکن عین موقعہ پر دغا دے کر واپس ہو جایا کرتے، چنانچہ عبداللہ ابن ابی بن سلول جو منافقوں کا سردار تھا، غزوۂ احد میں منافقانہ باتیں کر کے اور حیلے بنا کر ۳۰۰ افراد کے ساتھ واپس ہو گیا، باتیں ایسی کرتے جس سے بے چارے سادہ لوح مسلمان بھی اس میں پھنس جاتے تھے، اسی طرح اس بدبخت نے غزوۂ تبوک میں بھی کیا کہ جب آپ ﷺ نے مدینہ سے خروج فرما کر ''ثنیۃ الوداع'' میں فوجوں کی ترتیب دی، تو عبداللہ ابن ابی ایک جماعت کے ساتھ سب سے پیچھے رہا۔ جیسے ہی آپ نے کوچ کا حکم دیا اور مسلمان نکل پڑے تو یہ اپنے ہم مزاج ساتھیوں کے ساتھ آپ کا ساتھ چھوڑ کر وہیں رُک گیا۔[1]

◄◄ غزوۂ تبوک ہی سے واپس ہوتے وقت نبی کریم ﷺ ایک وادی سے گذر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نشان دہی پر ایک پہاڑی کے اوٹ میں چھپے ہوئے منافقین کے ایک ٹولے کی اطلاع ہمراہی صحابہ حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دی، انھوں نے ان کا تعاقب کیا تو وہ سب وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے، آپ ﷺ نے ان حضرات سے پوچھا : آپ لوگوں نے انھیں پہچانا؟ انھوں نے عرض کیا نہیں! اس لئے کہ وہ منھ پر کپڑا لپیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا : یہ منافقین تھے اور قیامت تک منافق ہی رہیں گے اور جانتے ہو کیوں چھپے تھے؟ عرض کیا نہیں! فرمایا : اللہ کے رسول کو تنہا پا کر ان کا کام تمام کرنے کی غرض سے یہاں چھپے ہوئے تھے، صحابہ نے عرض کیا : آپ اجازت دیجئے کہ ہم ان کے سر کٹوا کر آپ کے سامنے پیش کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا : مناسب نہیں، اس سے غلط فہمیاں پیدا ہوں گی، تاہم آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کی ہلاکت کی بددُعا فرمائی۔

ف : اندازہ کیا جاتا ہے کہ مرضِ نفاق نے ان کے دلوں میں محسن اعظم ﷺ کے ساتھ کیسی دُشمنی پیدا کر دی تھی اور کس کس طرح وہ اپنے سینہ کی جلن نکالنے کے درپے ہوتے تھے۔[2]

◄◄ ایک منافق ''ثعلبہ بن حاطب'' آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میرے لئے

---

[1] البدایہ والنہایہ ۸/۳

[2] البدایہ والنہایہ ۱۸/۳

دولت مندی کی اللہ تعالیٰ سے دُعا فرما دیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا : ثعلبہ! افسوس ہے کیسی بات کر رہے ہو؟ تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کر سکو بہتر ہے اُس کثیر مال سے جس کے شکر سے عاجز ہو جاؤ، اس نے پھر یہی درخواست کی، آپ ﷺ نے پھر فرمایا : تم میری طرح قناعت پسند رہنے سے راضی نہیں ہو، دیکھو اگر میں چاہوں کہ پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ پھرا کریں، تو اللہ کی قسم ہے کہ ایسا ہی ہوگا، مگر میں نے اس کے مقابلہ میں قناعت کو پسند کیا ہے، اس نے پھر یہی خواہش کی اور کہا کہ اگر آپ کی دُعا سے اللہ تعالیٰ مجھے خوب دولت مندی عطا کریں گے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر صاحب حق کا حق ادا کیا کروں گا، جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ وہ اسی پر اصرار کر رہا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی : ''اے اللہ! ثعلبہ کو خوب مال عطا فرما'' بس کیا تھا، اس کے مال میں اور مویشی میں دن بہ دن برکت ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ مویشیوں کی کثرت سے مدینہ میں نہ رہ سکا، مدینہ سے دور چلا گیا، ایک آدھ نمازوں میں آیا کرتا تھا، پھر مال کی مشغولیت نے وہ بھی چھڑا دیا، جمعہ تک حاضری محدود رہ گئی، پھر وہ بھی ترک کر دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ سے بھی دوری اختیار کر لی، ایک دن آپ ﷺ نے اطراف و اکناف سے آنے والوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے اس کا حال بتلایا، سن کر آپ نے فرمایا ''ہائے افسوس ثعلبہ کی محرومی پر، ہائے افسوس! ہائے افسوس! اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے وصولی زکوٰۃ کا حکم نازل فرمایا تو آپ ﷺ نے دو آدمیوں کو اس کا طریقہ تحریر کرا کے وصولی زکوٰۃ کے لئے بھیجا، ان سے ثعلبہ کا نام لے کر فرمایا کہ اس کے پاس بھی جاؤ اور زکوٰۃ وصول کرو، جب یہ حضرات ثعلبہ کے پاس پہنچے اور آنے کی غرض بتلائی تو کہنے لگا : زکوٰۃ کیا ہے، یہ تو اچھا خاصا تاوان ہو گیا، میں نہیں جانتا زکوٰۃ کیا چیز ہے، مختصر یہ کہ دینے کے لئے راضی نہ ہوا، یہ لوگ جب سب لوگوں کے مالوں کی زکوٰتیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو کچھ بتانے سے پہلے ہی فرما دیا : ''ثعلبہ پر افسوس ہے'' پھر انھوں نے تفصیل بتلائی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں وحی نازل فرمائی اور اس کے قبیلے والوں نے ازراہِ ہمدردی اس کو تنبیہ کی تو وہ زکوٰۃ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نفاق کا پول کھل جانے کی وجہ سے آپ نے رد کر دیا اور فرمایا :

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے" اس کے بعد عہد صدیقی، عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں اس نے ان خلفاء کرام سے صدقہ قبول کرلینے کی درخواست کی، مگر ان حضرات میں سے کسی نے بھی قبول نہیں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے قبول نہیں کیا تو ہم کیوں کریں گے؟![1]

◄◄ مدینہ منورہ میں قبیلہ بنو خزرج سے تعلق رکھنے والا ایک شخص، جس نے اسلام سے قبل عیسائیت اختیار کرکے عیسائیت کا بڑا عالم بن گیا تھا اور اسلام سے قبل بڑا عابد وزاہد سمجھا جاتا تھا، خاندان میں اس کی بڑی عزت وتوقیر بھی تھی، لیکن جب نبی کریم ﷺ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور مدینہ کے سب قبائل نے اسلام قبول کرلیا تو اس کو آپ ﷺ سے حسد ہوگیا اور جلن پیدا ہوگئی، آپ ﷺ نے اس کو بھی دعوتِ اسلام دی، لیکن اس نے اپنی جھوٹی شان کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ سرکشی وعناد اور ایذارسانی کا سلسلہ بھی رکھا، پھر وہاں سے بھاگ کر مشرکین مکہ کے پاس آگیا، وہاں لوگوں کو آپ ﷺ کے مقابلہ پر آمادہ کرکے احد میں لے کر آگیا، احد میں جو کچھ ابتلاء وامتحان مسلمانوں کو اور خود نبی کریم ﷺ کو پیش آیا، یہ خبیث بھی اس کا سبب بنا اور جناب نبی کریم ﷺ اس غزوہ میں جس گڑھے میں گرگئے تھے —— جس کی وجہ سے آپ کا چہرۂ انور زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے اور سر مبارک میں خود کی کڑیاں دھنس گئی تھیں —— وہ گڑھا اسی ظالم بدنصیب کا کھودا ہوا تھا۔ مختصر یہ کہ جب دن بہ دن اسلام کو ترقی ورفعت ہی ملتی رہی اور ان بدنصیبوں کے مقاصد پورے نہ ہوئے تو مکہ سے بھی بھاگ گیا، روم جاکر "ہرقل" کی پناہ حاصل کرلیا، اس نے وہاں اس کا اکرام کیا اور نبی کریم ﷺ کے خلاف بھرپور مدد کی اُمید دلائی، چنانچہ وہاں سے اس نے منافقین مدینہ سے خط وکتابت شروع کرکے لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا پھر سلسلہ شروع کیا، اسی شخص کی تحریک اور منصوبے سے ۱۲ منافقین کی ایک جماعت نے "مسجد قباء" کے قریب ہی مسجد کے نام سے ایک مکان کی تعمیر شروع کی، تاکہ یہاں ہم مزاج افراد کو سازشی مشوروں کے لئے جمع کیا جاسکے، سادہ لوح مسلمانوں کو بہکایا جاسکے

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/ ۵۷-۳۵۸

اور دشمنوں کے وفود کے لئے قیام گاہ کا کام دے سکے، جب اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: بوڑھے اور کمزور مسلمانوں کی سہولت کے لئے ہم لوگوں نے محلے میں ایک مسجد تعمیر کی ہے، آپ اگر تشریف لاکر ایک دفعہ اس میں نماز ادا فرمالیں تو باعث برکت بھی ہوگا اور لوگوں کے لئے سند قبول بھی، آپ ﷺ نے فرمایا: "ابھی تو میں تبوک کی تیاری میں مصروف ہوں، انشاء اللہ واپسی کے بعد تمہاری خواہش پوری کردیں گے" —— لیکن اللہ تعالیٰ نے تبوک سے واپس مدینہ پہنچنے سے قبل ہی وحی بھیج کر صورت حال سے مطلع فرمایا اور اس جگہ تشریف لے جانے سے منع فرمادیا، ان کے نفاق اور سازشی منصوبے کی اطلاع کے بعد آپ نے خود پہنچنے سے قبل ہی صحابہ کرام کو بھیج کر اس عمارت کو منہدم فرمادیا۔[1]

◄◄ جب نبی کریم ﷺ نے غزوۂ حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو ایک شخص بنو تمیم کا آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے محمد! آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے آج کیا کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! معلوم ہے، لیکن یہ بتا تجھے کیا نظر آیا؟ اس نے کہا: آپ نے تقسیم غنیمت میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا ناس ہو! اگر عدل میرے پاس نہیں ہوگا تو پھر کہاں ہوگا؟ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے، ان کے لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر انھوں نے صبر ہی کیا" حضرت عمر ؓ کو اس حرکت پر سخت غصہ آیا اور انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس گستاخ کو قتل نہ کردیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چھوڑ دو، منافقین یہ افواہ اُڑائیں گے کہ میں اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرادیتا ہوں، البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خود اپنے انجام کو پہنچے گا۔ (اس انجام کی تفصیل بھی بیان فرمائی)[2]

◄◄ جب نبی کریم ﷺ تبوک تشریف لے جارہے تھے تب راستے میں کچھ منافقین مسلمانوں کو بے ہمت اور کمزور کرنے کے لئے کہنے لگے: اس شخص (نبی کریم ﷺ) کو دیکھو شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کرلینے کی باتیں کرتا ہے، انھوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی جنگ پر قیاس کررکھا ہے، ہمیں تو یقین ہے کہ کل ہم سب رومیوں کے سامنے رسیوں سے بندھے ہوئے

[1] تفسیر ابن کثیر ۳/۳۷۱ [2] البدایہ والنہایہ ۳/۳۶۲

کھڑے ہوں گے، یہ ہمارے قرآن پڑھنے والے (صحابہ کرام) پیٹ پرست، جھوٹے اور نامردے روم کی باقاعدہ فوجوں سے کیا جنگ کر سکتے ہیں؟ وغیرہ، جب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع دی اور آپ نے انھیں طلب کر کے مواخذہ فرمایا تو انکار تو نہ کر سکے، البتہ باتیں بناتے ہوئے کہنے لگے کہ جی ہاں ہم لوگ یوں ہی گپ شپ کے طور پر کہہ رہے تھے، سچ مچ نہیں کہہ رہے تھے۔[1]

اس واقعہ سے بھی ان لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی دشمنی وعداوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے

◄◄ نبی کریم ﷺ جب غزوۂ بنی المصطلق کے لئے تشریف لے گئے تو منافقین کی بھی اچھی خاصی تعداد مال غنیمت کی حرص میں ساتھ ہو گئی تھی، جنگ سے فراغت کے بعد دو آدمی جن میں سے ایک انصاری اور ایک قریشی تھے، پانی لینے کے لئے کنویں پر گئے، کسی بات پر ان لوگوں میں تکرار ہو گئی تو ان لوگوں نے اپنے اپنے قبیلے والوں کو مدد کے لئے پکارا، دونوں قبیلے والے اکٹھے ہو گئے، لیکن بعض مہاجرین نے کہہ سن کر معاملہ رفع دفع کر دیا اور صلح کرا دی، اتنے میں اس واقعہ کی خبر منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کو ہوئی تو وہ منافقین سے جو اس کے اطراف موجود تھے کہنے لگا بخدا تمہارا اور ان قریشی مہاجروں کا معاملہ تو ایسا ہی ہے جیسے پرانے زمانہ کی کہاوت ہے : ''کتے کو خوب کھلا کر موٹا کرو تا کہ وہ تم ہی کو کھا جائے'' تم ہی لوگوں نے ان لوگوں کو پناہ دی، اپنے مکانات، باغات سب کچھ حوالہ کر دیا، نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ طاقتور ہو گئے ہیں، تم کمزور پڑ گئے ہو، یہ سب کچھ مصیبت تم نے اپنے ہاتھوں سے لائی ہے، اب بھی تم لوگ اگر اپنے ہاتھ روک لو تو یہ سب بکھر جائیں گے، خدا کی قسم اب مدینہ پہنچ کر معلوم ہوگا کہ کس طرح عزت والے ذلت والوں کو نکال باہر کرتے ہیں، جس وقت وہ یہ گفتگو کر رہا تھا وہیں کہیں قریب میں حضرت زید ابن ارقم ؓ موجود تھے جو کم عمر بچے تھے، ان سے برداشت نہیں ہوا تو عبداللہ ابن ابی سے فرمایا : ''خدا کی قسم تم ہی لوگ ذلیل وقلیل ہو'' پھر وہاں سے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر سارا واقعہ کہہ سنایا، آپ ﷺ نے عبداللہ ابن ابی کو بلا کر مواخذہ فرمایا تو صاف انکار کر دیا اور قسم کھا لیا کہ میں نے ایسی کوئی

---

[1] حاشیہ فوائد عثمانی ۲۶۰

بات نہیں کی، زید ابن ارقم جھوٹا لڑکا ہے، بعض صحابہؓ نے بھی کہا کہ یا رسول اللہ! بچے کے مقابلہ میں بڑے آدمی کو کیا جھٹلایا جائے، زید سے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہوگی! تو نبی کریم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، ادھر لوگوں نے حضرت زید ؓ کو ملامت کرنی شروع کی، ان کے چچا نے ڈانٹ پلائی کہ ''کیا تو نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی زبان سے جھوٹا کہلانا اور شرمندہ کیا جانا چاہ رہا تھا، کیوں لگائی بجھائی کیا؟ حضرت زیدؓ مارے شرمندگی کے اپنے گھر میں چھپ گئے، باہر نکلنا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے حضور اکرم ﷺ پر عبداللہ ابن ابی کا جھوٹا ہونا اور حضرت زید کا سچا ہونا واضح فرما دیا۔[1]

◄◄ منافقین نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے مقدمات پیش کرنے اور آپ کے تصفیوں کو قبول کر لینے کے لئے بھی تیار نہ ہوتے تھے، آپ کے مقابلہ میں کاہنوں، نجومیوں اور یہودیوں سے فیصلے کرانے کو پسند کرتے تھے، جیسا کہ اس سلسلہ کا ایک واقعہ سورۃ النساء کی آیات کی تفسیر میں پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک منافق بدرجہ مجبوری آپ کے پاس آیا اور آپ نے فیصلہ کر بھی دیا تو اسے پسند نہ کر کے حضرت عمر ؓ کے پاس دوبارہ فیصلہ کرانے کے لئے پہنچا، حضرت عمر ؓ نے پھر جس فیصلے کا وہ مستحق تھا وہی فیصلہ کر دیا، یعنی تلوار سے قتل کر دیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے مطمئن نہ ہونے والوں کا فیصلہ یہی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے ان بدبختوں کے قلوب آپ ﷺ سے بغض وکینے سے کس طرح بھرے ہوئے تھے۔ اعاذنا اللہ منہ

◄◄ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا : ''جو شخص سب سے پہلے اس ٹیلے پر چڑھ جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اسی طرح معاف فرمائے گا، جیسا کہ بنی اسرائیل کے معاف فرمایا تھا، یہ سنتے ہی سب سے پہلے بنی خزرج کے گھوڑے اس پر چڑھ گئے، اس کے بعد تمام موجود لوگوں نے اپنے گھوڑے یکے بعد دیگرے اس پر چڑھا دیئے، آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا : تم سب ہی لوگوں کی مغفرت ہوگئی سوائے اس سرخ اونٹ والے شخص کے جو اپنا جانور تلاش کر رہا ہے، صحابہ کرامؓ کو اس پر رحم آیا تو اس کے پاس جا کر کہنے لگے، چلو رسول اللہ

---

[1] زاد المسیر ۹ / ۱۲۶

ﷺ سے تمہارے لئے بھی مغفرت کی دُعا کرالیں، اس نے جواب دیا: ''جاؤ میرا جانور مل جانا مجھ کو تمہارے نبی کے استغفار سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''[1]

ف : واقعہ بتلا رہا ہے کہ کس قدر شقاوت و بدبختی نفاق کے نتیجہ میں آدمی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔

●●●

[1] مسلم، کتاب صفات المنافقین ج ۴

منافقانہ عادتیں اور شریعتِ اسلامی

گذشتہ صفحات میں آپ نے قرآن و حدیث اور واقعات وقصص کی روشنی میں منافقین کی بہت سی بری اور غیر شریفانہ عادات وعلامات کو جان لیا ہے، ان بری عادتوں کو منافقین سے منسوب کیا جانا اور ان کی صفات وعادات کے طور پر بتلایا جانا خود ان کی شناعت وخباثت کے سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے، لیکن شریعتِ اسلامیہ نے ان کی برائی مسلمانوں کے قلوب میں اچھی طرح جمانے اور ان خصائل بد سے اہل اسلام کو بچانے کے لئے ان میں سے ایک ایک خصلت بد پر مستقلاً کلام کر کے ان کے دُنیوی و اُخروی انجام سے آگاہ بھی فرمایا ہے۔ مناسب ہے کہ اس جگہ اس عنوان پر بھی مختصراً روشنی ڈالی جائے، اس لئے ذیل میں اسی کو بیان کیا جا رہا ہے :

حافظ ابن رجب حنبلیؒ نے اپنی کتاب ''جامع العلوم والحکم'' میں فرمایا ہے: ''نفاق کی علامتیں اور منافقین کی عادتیں اگرچہ قرآن وحدیث میں متعدد بیان کی گئی ہیں، لیکن وہ سب کی سب مجموعی طور پر ان پانچ رذائل میں جمع ہو جاتی ہیں، جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، خصوم وجدال اور نقضِ عہد''[1] اس لئے سب سے پہلے ان ہی پانچ کا ذکر کیا جاتا ہے، پھر دوسری چند عادتوں سے متعلق گفتگو کی جائے گی۔

(الف) جھوٹ، جھوٹی گواہی

جھوٹ ایک نہایت ہی بری عادت ہے، جو آدمی کے باطن کی خباثت وگندگی کا نتیجہ ہے، اسلام نے اس بری عادت پر سخت سزا کی وعید سنائی ہے۔

قرآن کریم میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے :

[1] جامع العلوم والحکم ص ۵۴۳

» وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ . (البقرة ١٠)

ان کفار ومشرکین کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی پاداش میں دردناک عذاب ہے۔

» وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ (سورۂ زمر ٦٠)

قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے، ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

» اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ . (سورۂ المؤمن ٢٨)

بے شک اللہ تعالیٰ حد سے گذر جانے والے، جھوٹ بولنے والے کو سیدھی راہ نہیں دکھلاتا۔

اس کے علاوہ بھی قرآن کریم کی متعدد آیات ہیں جو جھوٹ بولنے، جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹوں کا ساتھ دینے کی مذمت بیان کرتی ہیں، بطور نمونہ کے ان تین پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور جہاں تک نبی کریم ﷺ کی اس سلسلہ میں تعلیمات کا تعلق ہے تو وہ بھی بے شمار ہیں، ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیے:

١- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : كبرت خيانة ان تحدث اخاك حديثا هو لك به مصدق وانت له به كاذب .[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی مسلمان سے کوئی بات اس طرح نقل کر رہے ہو کہ وہ تو تمہیں سچا سمجھ رہا ہے، حالاں کہ تم اس کے حق میں حقیقتاً جھوٹے ہو۔

٢- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الا انبئكم باكبر الكبائر ، الاشراك بالله ، و عقوق الوالدين ، الا وقول الزور الا وشهادة الزور .[2]

[1] بخاری فی ادب المفرد اردو ص ٢٨٢
[2] بخاری ٣/٢٠٧، مسلم ١/٩١

ایک دفعہ آپ ﷺ اس حال میں کہ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ بتاتا ہوں: شرک اور والدین کی حق تلفی سب سے بڑا گناہ ہے، پھر آپ ٹیک چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے اور بڑے اہتمام سے فرمایا: سنو! جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی اکبر الکبائر ہے۔

٣- قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : ان العبد ليكذب الكذبة ليتباعد الملك عنه مسيرة ميل من نتن ما جاء به .[1]

جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے منہ میں ایسی بدبو پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

٤- آپ ﷺ سے ایک دفعہ عرض کیا گیا: کیا ایمان والا بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ممکن ہے، عرض کیا گیا: کیا ایمان والا بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر پوچھا گیا: کیا ایمان والا جھوٹا ہو سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں![2]

٥- حضرت عبداللہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ میرے بچپن میں رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے، میں کھیلنے نکل گیا تو میری والدہ نے مجھے بلاتے ہوئے فرمایا: عبداللہ! آؤ میں تمہیں ایک چیز دوں گی، حضور ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا: تم نے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انھوں نے عرض کیا: کھجور! آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تم نے کچھ دینے کا ارادہ نہ کر کے یوں ہی کہہ دیا ہوتا تو تمہارا یہ قول ایک جھوٹ لکھ لیا جاتا: "اما انك لو لم تفعلي لكتبت عليك كذبة"[3]

٦- نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر ؓ نے ایک دفعہ منبر رسول پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ سال اسی جگہ پر کھڑے ہو کر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: (یہ کہتے ہوئے حضرت ابوبکر ؓ، نبی کریم ﷺ کی یاد میں رو پڑے)

[1] ترمذی ٣/٢٩٢
[2] الترغیب والترہیب ٥/١٧٩
[3] ابوداؤد ٣/٢٩٨

ایاکم والکذب فانه مع الفجور وهما فی النار [1]

جھوٹ سے بچو، کیوں کہ وہ فجور ہے اور جھوٹ اور فجور (یعنی نافرمانی کے کام) دونوں جہنم میں (لے جانے والے) ہیں۔

۷- ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''التجار هم الفجار'' یقیناً تاجر لوگ نافرمان لوگ ہیں، صحابہ نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال نہیں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

نعم! ولکنهم یحلفون فیأثمون ویحدثون فیکذبون [2]

ہاں! تجارت کو حلال تو کیا گیا ہے، لیکن عام طور سے تجار جھوٹی قسمیں کھاتے اور جھوٹی باتیں بولتے ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کے نافرمان بن جاتے ہیں۔

۸- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں گڑھے اور کہے اس کے لئے ہلاکت و بربادی ہے، اس کے لئے بربادی ہے۔'' [3]

۹- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا: ''چلو میرے ساتھ'' تو میں اس کے ساتھ گیا، وہ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے گیا جو بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پیچھے ایک شخص ہاتھ میں قینچی لے کر کھڑا ہوا تھا، کھڑا ہوا شخص اس بیٹھے ہوئے کے جبڑے کو قینچی سے چیر رہا تھا، جب ایک جبڑا چیر کر دوسرے کی طرف جاتا اور اسے بھی چیر دیتا تو پہلا صحیح ہو جاتا، غرض اسی طرح یکے بعد دیگرے اس کے جبڑے چیرتا جا رہا تھا، میں نے ساتھ لے جانے والے صاحب سے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے بتلایا:

هذا رجل کذاب یعذب فی قبره الی یوم القیمة [4]

یہ جھوٹ بولنے والا آدمی ہے، اس کے ساتھ قیامت تک قبر میں یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔

۱۰- حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جس طرح آج

۱ ابوداؤد ۴۹۷/۴ ۲ بیہقی ۲۳۷/۵

۳ ابوداؤد ۲۹۸/۴ ۴ بخاری، کتاب الادب ص ۶۹

میں تم لوگوں سے مخاطب ہوں، نبی کریم ﷺ نے ایک دن ہمارے درمیان اسی طرح کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا: ''میرے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کی قدر کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس لئے کہ ان لوگوں کے بعد جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ لوگ بلا وجہ آسانی سے قسمیں کھایا کریں گے اور جھوٹی گواہیاں دیا کریں گے۔'' [1]

۱۱- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان بھائی کا مال ناحق حاصل کرنے کے واسطے جھوٹی قسم کھالیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض اور غصہ میں ہوں گے۔ [2]

۱۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اپنی جگہ سے اُس وقت تک ٹل نہیں سکتے، جب تک کہ اس کے لئے جہنم لازم نہ کر دی جائے۔ [3]

۱۳- آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

کفی بالمرء اثما ان یحدث بکل ما سمع [4]

آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات (بلا تحقیق) بیان کردے۔

''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر جھوٹ اور جھوٹی گواہی کے سلسلہ میں جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ میں چند آپ کے سامنے رکھے گئے ہیں، اس سلسلہ میں صحابہ کرام اور اسلاف عظام کا نقطۂ نظر اور اندازِ فکر بھی ملاحظہ فرمایئے جو امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل فرمائے ہیں: [5]

- حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔''
- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: ''جب سے شعور آیا ہے میں جھوٹ نہیں بولا۔''

۱ ترمذی، احیاء علوم الدین ۱۳۵/۳ ۲ ابن ماجہ، کتاب الاحکام

۳ ابن ماجہ، کتاب الشہادات ۴ ابوداؤد ۲۹۸/۴

۵ احیاء علوم الدین ۱۳۹/۳

◄◄ میمون بن ابی شبیبؒ فرماتے ہیں : "میں ایک دفعہ تحریر لکھنے کے لئے بیٹھا، لکھتے لکھتے کوئی ایسی بات ذہن میں آئی کہ فی الحقیقت وہ غلط تھی، لیکن اگر میں وہ لکھ دیتا تو وہ تحریر مزین ہو جاتی اور اس میں پختگی آتی، میرے دل نے چاہنے کے باوجود عزم کر لیا کہ یہ غلط بات میں ہرگز نہیں لکھوں گا، اتنے میں میں نے گھر کے ایک گوشہ سے قرآن کریم کی آیت : يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ [1] کسی کو پڑھتے ہوئے سنا۔

◄◄ امام شعبیؒ فرماتے ہیں : "میں نہیں جانتا کہ بخیل اور کذاب دونوں میں سے کون زیادہ جہنم کی گہرائی میں ڈالا جائے گا۔"

◄◄ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں : "نفاق کی عمارت جس اصل اور بنیاد پر قائم ہوتی ہے وہ یہی جھوٹ کی خصلت بد ہے۔"

◄◄ امام غزالیؒ فرماتے ہیں : "انسان کے عیوب میں سب سے بدترین عیب اور اس کے گناہوں میں سب سے خطرناک گناہ جھوٹ ہے۔"

◄◄ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں : "سچ اور جھوٹ آدمی کے دل میں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے، ایک آتا ہے تو دوسرے کو نکال دیتا ہے۔"

◄◄ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں : "سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔"

(ب) وعدہ خلافی

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے :

◄◄ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ [2]

اے ایمان والو! وعدے اور معاملات کو پورا کیا کرو۔

۱- نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے : "تین عادتیں منافقین کی علامت ہیں : جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا"۔ [3]

۱؎ ابراہیم ۲۷
۲؎ المائدہ ۱
۳؎ بخاری ۱/۱۳

۲- نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "وعدہ قرض کی طرح واجب الوفاء ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔" [1]

۳- نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ حضرت ابوالہیثم کو ایک خادم دینے کا وعدہ فرمایا تھا، کچھ دن بعد کہیں سے آپ کے پاس تین قیدی آئے، آپ نے دو تو کسی کو دے دیئے، ایک باقی تھا، حضرت فاطمہؓ نے اپنی ضرورت کا اظہار فرمایا، آپ ﷺ نے ان کو دے دینا چاہا، لیکن آپ کو ابوالہیثم سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا : "تم کو یہ غلام دے دوں تو ابوالہیثم سے کئے ہوئے وعدہ کا کیا ہوگا؟ یہ فرما کر آپ ﷺ نے وہ غلام ابوالہیثم کو دے دیا، باوجودیکہ آپ حضرت فاطمہؓ کی ضرورت و مجبوری کو دیکھ رہے تھے۔ [2]

۴- ایک دفعہ آپ ﷺ نے جب کہ ہوازن کا مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، ایک شخص نے آ کر عرض کیا : یارسول اللہ! مجھ سے آپ کا ایک وعدہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا : سچ کہتے ہو، کیا چاہتے ہو لے لو، اس نے اسی (۸۰) اونٹ اور ایک چرواہے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے وعدہ نباہتے ہوئے دے دیا۔ [3]

ان احادیث شریفہ اور واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں وعدہ کی کتنی اہمیت تھی اور وعدہ نباہنے کے لئے آپ ﷺ کس قدر ایثار سے کام لیتے تھے۔ برخلاف اس کے ہمارے سماج کی صورت حال یہ ہے کہ وعدہ کی اہمیت دن بہ دن ختم ہوتی جا رہی ہے۔

(ج) نقض عہد —— معاہدہ کر کے توڑ ڈالنا

وعدہ کی طرح معاہدہ کی بھی بڑی اہمیت ہے، کیوں کہ وعدہ خلافی اور معاہدہ کی خلاف ورزی بھی دراصل ایک طرح کا عملی جھوٹ ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث میں ان کی بڑی مذمت بیان کی گئی ہے۔

۱؎ معارف الحدیث ۳۷۲/۲
۲؎ ترمذی، احیاء علوم الدین ۱۳۳/۳
۳؎ احیاء علوم الدین ۱۳۳/۳

ارشادِ ربانی ہے :

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۔ [۱]

عہدوں کو پورا کرو، اس لئے کہ اس کے بارے میں (قیامت کے دن) سوال کیا جائے گا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ تمام احکام جن کا بجالانا بندوں پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تمام محرمات سے جن سے بچنے کا بندوں کو پابند کیا گیا ہے، "عہد" میں داخل وشامل ہیں۔ ان کے علاوہ بندوں کے آپس کے معاہدے بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

اس سلسلہ میں نبوی تعلیمات بھی ملاحظہ کریجئے :

۱۔ مسلم شریف کی وہ روایت جس میں آنحضرت ﷺ نے منافقین کی چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں، ان میں آپ نے "اذا عاهد غدر" بھی فرمایا، یعنی عہد کر کے توڑ دینا نفاق ہے۔

۲۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

ان الغادر ینصب له لواء یوم القیامة ف یقال هذه غدرة فلان ابن فلان . [۲]

یعنی ہر غدار کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی علامتِ غدر ہے۔

اصل میں جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص دھوکہ بازی اور غداری کرتا تو ایامِ حج میں ایک بیاز پر اس کا تعارف آویزاں کر دیتے تھے تا کہ اس کو ذلت کی سزا بھی مل جائے اور دوسرے لوگ اس سے ہوشیار رہیں۔ ظاہر ہے کہ شریف آدمی اس برے انجام کے تصور سے بھی کانپ جائے گا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے میدان میں غدار کے لئے ایسی ہی سزا کا اعلان فرمایا۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں قیامت کے دن

۱؎ بنی اسرائیل ۳۴ ۲؎ بخاری ۱۲۷/۴

میں خود ان کا فریق بن جاؤں گا : وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی، وہ شخص جس نے کسی کو مزدوری پر لگایا، کام پورا لے لیا، مگر اس کی مزدوری اسے نہیں دی، تیسرے وہ شخص جس نے عہد کر کے غدر کیا یعنی توڑ ڈالا۔ [۱]

۴۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے ایک صاحب نے ایک کاروباری معاملہ کیا، کچھ رقم اُسی وقت ادا کر دی اور بقیہ رقم کے بارے میں وعدہ کیا کہ اسی جگہ لا کر دیتا ہوں، آپ ٹھہرے رہیے، آپ نے وعدہ فرمالیا، وہ صاحب کسی اور مصروفیت میں لگ کر بھول گئے، تین دن بعد ان کو یاد آیا کہ میں نے آپ ﷺ کو وہاں روکا تھا، یہ یاد آتے ہی وہ جلدی سے اس جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ وہاں پر موجود ہیں، انھیں دیکھ کر بس اس قدر ارشاد فرمایا :

لقد شققت علي انا ههنا منذ ثلث انتظرك . [۲]

تم نے مجھے بڑی مشقت میں ڈال دیا، میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔

یاد رہے کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے اور وہ صاحبِ معاملہ عبداللہ بن الحمساء تھے جنھوں نے خود یہ قصہ بیان کیا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "وعدہ وفا کرنا" کس قدر اہم معاملہ اور شریفانہ فطرت کا لازمہ ہے یہ بھی توجہ دینے اور سبق لینے کی چیز ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی فطرتِ سلیمہ کی وجہ سے اس معاملہ میں کس اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا مظاہرہ فرمایا، جب کہ اس حد تک وعدہ کی پابندی شرعاً بھی مطلوب نہیں ہے۔

۵۔ ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے فرمایا : اضمنوا ستا من انفسکم اضمن لکم الجنة "تم چھ باتوں کی پابندی کا مجھ سے وعدہ کرو، میں تمہیں جنت کا وعدہ کرتا ہوں"، ان چھ باتوں میں آپ ﷺ نے ایک بات "وعدہ پورا کرنا" بھی ذکر فرمایا، باقی پانچ یہ ہیں : سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، شرمگاہوں کی حفاظت کرنا، نگاہوں کی حفاظت کرنا، اپنے ہاتھوں کو ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھنا۔ [۳]

۱؎ بخاری ۱۴۷/۳ ۲؎ ابوداؤد ۲۹۹/۳ ۳؎ السنن الکبریٰ ۲۸۷/۶

(د) امانت میں خیانت کرنا

امانت، آدمی کے دین و دیانت کا بڑا حصہ ہے، بلکہ ایمان داری کی علامت ہے، حتیٰ کہ ہمارے عرف میں اسے "ایمان داری" ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف خیانت و بددیانتی کفر کا خاصہ اور نفاق کا لازمہ ہے، قرآن و حدیث میں اس کافرانہ و منافقانہ عادت کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ . يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ .[1]

بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت مت کرو اور اپنی دیگر امانات میں بھی جانتے بوجھتے خیانت سے کام نہ لو۔

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ مفسرین کرام نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کا مطلب، اس کے فرائض کا ترک اور اس کے نبی کی معصیت بتلایا ہے، اسی طرح نبی کے ساتھ خیانت کا مطلب ان کے طریقوں سے انحراف اور ان کے ساتھ منافقت کا معاملہ کرنا قرار دیا ہے، اس کے علاوہ تمام ہی قابل امانت و حفاظت اُمور اس حکم میں شامل ہیں۔[2]

اب اس سلسلہ میں سرور عالم ﷺ کی ہدایات ملاحظہ فرمائیں:

۱- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا ايمان لمن لا امانة له ولا دين لمن لا عهد له .[3]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو امانت دار نہیں اس کا ایمان کامل نہیں اور جو معاہدہ کا پابند نہیں، اس کا دین دین کامل نہیں ہے۔

۲- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ادوا الخيط والمخيط ،

[1] انفال ۲۷
[2] زاد المسیر ۳۸۲
[3] الترغیب والترہیب ۴۰۳/۳

وایاکم والغلول بانه عار علی صاحبه یوم القیمة .[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: امانت میں خیانت سے بچو! حتیٰ کہ دھاگہ اور سوئی جیسی حقیر چیزیں بھی مت روکو، دے دو، اس لئے کہ یہ خیانت قیامت کے دن آدمی کی رسوائی کا سبب ہے۔

۳- آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کی موت ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے، چنانچہ صحابہ ؓ نے تفتیش کی تو اس کے اسباب میں ایک حقیر سا مال دو درہم کے مساوی خیانت کیا ہوا ملا۔[2]

اللہ اکبر! کس قدر بری بات ہے خیانت کہ دو درہم کی خیانت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مغفرت سے محروم کر دیا اور آج ہم بڑی بڑی امانتیں ہضم کر جانے کو بھی ذرا معیوب نہیں سمجھتے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ خیانت کے علاوہ بھی کوئی ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی نماز جنازہ پڑھنے سے صحابہ کرامؓ کو روکا ہو۔[3]

۴- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اد الامانة الىٰ من ائتمنك ولا تخن من خانك .[4]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: امانت رکھانے والے کی امانت پورے پورے طور پر ادا کر دو، اگر کوئی تم سے خیانت کرے تو تم اس کے ساتھ بھی خیانت نہ کرو۔

۵- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يطبع المؤمن علىٰ كل شیء ليس الخيانة والكذب .[5]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن میں ہر عادت پائی جا سکتی ہے، لیکن جھوٹ اور خیانت اس کے اندر نہیں ہو سکتی۔

[1] مشکوۃ، کتاب الجہاد ج ۲
[2] کتاب الکبائر للذہبی ص ۸۰
[3] کتاب الکبائر للذہبی ص ۸۰
[4] السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۵۷/۱۰
[5] الترغیب والترہیب ۱۷۹/۵

٦- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يقول الله تعالىٰ انا ثالث الشريكين مالم يخن احدهما صاحبه ۔[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : جب دو آدمی کسی معاملہ میں شریک ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان میں تیسرا شریک ہو جاتا ہوں، جب تک کہ ان میں سے کوئی، دوسرے سے خیانت نہ کرے۔

٧- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اول ما يرفع من الناس الامانة ۔[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : سب سے پہلی صفت جو لوگوں میں سے اُٹھالی جائے گی وہ امانت داری ہے۔

٨- قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اياكم والخيانة فانها بئست البطانه ۔[3]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : خیانت سے اہتمام سے بچو! کیوں کہ وہ بدترین عادت ہے۔

مذکورہ بالا تمام احادیث سے ''خیانت'' کی مذمت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خیانت ایمان کو نقصان پہنچانے اور نفاق کو پیدا کرنے والی عادت ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو اس خبیث عادت سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرماویں۔ آمین

(۱) جھگڑا اور بدزبانی

آدمی کے وقار اور اخلاق کا صحیح طریقہ پر پتہ اُس وقت چلتا ہے جب کہ کسی بات پر اس کو غصہ آئے یا کسی سے اس کا جھگڑا ہو جائے، کیوں کہ ایسے وقت میں حقیقی اخلاق والا شخص تحمل و بردباری سے کام لیتا ہے، اور بدخلق و بناوٹی شخص آپے سے باہر ہو کر بدزبانی و سخت کلامی پر اُتر آتا

[1] تنقیح ۱۳۰/۲
[2] کتاب الکبائر للذہبی ص ۱۴۷
[3] ایضاً

ہے، منافق کے اندر چوں کہ ایمانِ حقیقی اور اس کی صفاتِ حسنہ نہیں ہوتیں، بظاہر ایمان دار معلوم ہوتا ہے، اس لئے بات بات پر جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے میں سخت کلامی و بدزبانی شروع کر دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس صفت بد پر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، ارشاد خداوندی ہے :

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ (البقرہ ۲۰۴)

اور بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ دُنیا کی زندگی میں ان کی باتیں آپ کو بہت بھلی لگتی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کے احوال پر گواہ بھی بناتے ہیں، مگر ان کا حال یہ ہے کہ وہ (اندر سے) سخت جھگڑالو اور کینہ ور لوگ ہیں۔

﴿ امام جوزیؒ فرماتے ہیں : ''یہ آیت اور اس کے بعد والی دو آیات، ایک منافق ہی کے بارے میں نازل ہوئیں، جو بہت شیریں زبان اور فصیح اللسان تھا، آپ ﷺ کے خدمت میں آتا تو آپ کی محبت اور اطاعت کا دعویٰ بڑے خلوص وعقیدت سے کرتا مگر طبعی طور پر بڑا عنادی اور جھگڑالو تھا، پھر جب واپس ہونے لگتا تو راستہ میں جہاں مسلمانوں کے مزارع ومویشی (کھیتیاں اور جانور) پاتا انہیں آگ لگاتا ہوا، نقصان پہنچاتا ہوا جاتا تھا۔''[1]

﴿ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں : ''جدال یعنی بحث وتکرار کی دو قسمیں ہیں : ایک جدال، حق کے احقاق واثبات کے لئے اسلامی آداب کے مطابق ہوتا ہے، یہ مذموم نہیں ہے، بلکہ اس کا ضرورت پر حکم بھی دیا گیا ہے، دوسرے وہ جدال ہے جو نفسانی اغراض، انانیت اور حق کے مقابلہ میں ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے ہوتا ہے، یہ سخت مذموم اور باعث غضب الٰہی ہے، جدال ومجادلہ ایک ہی معنیٰ میں مستعمل ہے''، اس کے بعد امام ذہبیؒ نے بعض بزرگوں سے نقل فرمایا ہے کہ ''خصومت اور جھگڑے سے زیادہ کوئی چیز آدمی کی دلجمعی ویکسوئی کو متاثر کرنے، وقار کو گھٹانے اور دین کو برباد کرنے والی نہیں ہے''۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں : ''لڑائی جھگڑا ہلاکتوں کا مجموعہ

[1] زاد المسیر ۱۰۳

ہے۔"[1]

نبی کریم ﷺ کے اس سلسلہ میں ارشاد گرامی :

۱- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : کفی بك اثما ان لاتزال مخاصما .[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "تمہارا ہر وقت لڑائی جھگڑا کرتے رہنا تمہارے گناہ گار ہونے کے لئے کافی ہے۔"

۲- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من جادل فی خصومۃ بغیر علم لم یزل فی سخط حتی ینزع .[3]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "جو کوئی شخص کسی معاملے میں ناحق جھگڑا کرے تو اس حرکت سے باز آنے تک وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ میں رہتا ہے۔"

۳- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ماضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدال . ثم تلا ماضربوہ لك الاجدلا بل ھم قوم خصمون .[4]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "کوئی بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ اُس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ وہ باہمی مخاصمت اور جھگڑوں میں نہ پڑ گئی"، اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کریم کی ایک آیت ماضربوہ لك الاجدلا سے استشہاد فرمایا۔

۴- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اخوف ما اخاف علیکم زلۃ عالم ، وجدال منافق فی القرآن ، ودنیا تقطع اعناقکم .[5]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "سب سے زیادہ جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں

۱ کتاب الکبائر للذہبی ص ۱۹۳
۲ ترمذی، کتاب الکبائر ص ۱۹۳
۳ کتاب الکبائر للذہبی ص ۱۹۳
۴ ابن ماجہ ۱۹/۱
۵ کتاب الکبائر للذہبی ص ۱۹۳

خوف وخطرہ ہے، وہ عالم کی لغزش، منافق کا جھگڑا اور گردنوں کو توڑ دینے والی محبت دُنیا ہے۔"

۵- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان من ابغضکم الی وابعدکم مجلساً یوم القیمۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون .[1]

یقیناً قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور اور میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ، وہ لوگ ہوں گے جو بہت بولنے والے، باتوں میں زور آور اور جھگڑا کرنے والے اکڑفوں کرنے والے ہیں۔

۶- حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو شب قدر کونسی رات ہے؟ متعین طور پر بتلادیا گیا تھا، آپ ﷺ مسلمانوں کو بتلانے کے لئے باہر تشریف لا رہے تھے، عین اسی وقت دو صاحبین آپس میں جھگڑا کر رہے تھے، اسی جھگڑے کی نحوست سے شب قدر کی یہ تعیین آسمانوں پر اُٹھالی گئی، (یعنی آپ سے بھلادی گئی، یا اظہار سے منع فرمایا گیا)[2]

اس حدیث سے لڑائی جھگڑے کے دینی نقصانات کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ مذموم صفت کس قدر نقصان دہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنی ناپسندیدہ ہے، اس حدیث کی تشریح میں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے دیگر احادیث وآثار کی روشنی میں جو مضمون بیان فرمایا ہے، وہ نہایت ہی چشم کشا اور نافع مضمون ہے، ذیل میں اسی کو درج کیا جارہا ہے :

◄◄ امر اول جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے، جو اس قدر بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شب قدر کی تعیین اُٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا : ضرور بتلائیے! حضور ﷺ نے فرمایا : کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے، یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہوجاتے ہیں، آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہوجاتا ہے، آج کل دُنیادار دین سے

۱ ترمذی ۲/۱۰۳
۲ بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر باب ۴

بے خبر لوگوں کا کیا کہنا جب کہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں، اول حضور کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فصل اول میں روزہ کے آداب میں گذر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی آبرو ریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے، لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کے آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اس کے سچے رسول کے ارشاد کا خیال، خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا الآیۃ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے، اگر اس حالت میں مرگیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ: ہر پیر اور جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے، اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے، لیکن آپس میں لڑنے والوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب براءت میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانے سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی: ایک کافر اور دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ جن لوگوں کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی ان میں آپس کے لڑنے والے بھی شمار فرمائے ہیں، یہ جگہ ان روایات کے احاطہ کی نہیں، مگر چند روایات اس لئے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفاء کہلاتے ہیں، دین دار سمجھے جاتے ہیں ان کی مجالس، ان کے مجامع، ان کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان۔ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب مذمتیں دُنیوی دشمنی اور عداوت پر وارد ہوئی ہیں، اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک تعلق کرے تو جائز ہے، حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا تو ان کے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورۃً حدیث پر اعتراض تھا، حضرت ابن عمرؓ مرنے تک ان سے نہیں بولے اور بھی اس قسم کے

واقعات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا و بینا ہیں، قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں، اس سے خوب واقف ہیں کہ کون سا ترک تعلق دین کی خاطر ہے اور کون سا اپنی وجاہت اور کسر شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے؟ ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔[1]

(د) نمازوں میں سستی ولا پرواہی

نماز افضل ترین عبادت ہے اور اسلام لانے یا مسلمان بچے کو شعور آنے کے بعد سب سے پہلے اسی کا حکم آدمی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، نا ممکن ہو جانے کی مخصوص صورتوں کے علاوہ کسی حال نماز ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے، شریعت نے معذوری کے احکام بیان کئے، مجبوروں کو سہولتیں دیں، مگر معاف کسی صورت نہیں کیا، خود نبی کریم ﷺ کو اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

◄◄ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. (طٰہٰ ۱۳۲)

اے نبی ﷺ! آپ اپنے گھر والوں کو نماز کی پابندی کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کی پابندی کا اہتمام کیجئے۔

اسی طرح عامہ مؤمنین کو بھی پابندی کی تاکید کی گئی ہے:

◄◄ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ.

(البقرۃ ۲۳۸)

اے مسلمانو! نمازوں، بالخصوص درمیانی نماز (نماز عصر) کی پابندی و حفاظت کرو اور (جب نماز پڑھو تو) خشوع و خضوع سے پڑھو۔

ایک اور جگہ فرمایا:

◄◄ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ. (المؤمنون ۱-۲)

یقیناً خشوع و خضوع سے فریضہ صلوٰۃ ادا کرنے والے کامیاب و بامراد ہو گئے۔

نماز چھوڑنے والوں پر عتاب فرماتے ہوئے ارشاد ہوا:

---

[1] فضائل رمضان ص ۴۴

« فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۔ (مریم ۵۹)

پھر انبیاء کرام کے پیچھے ایسے ناخلف لوگ ہوئے جنھوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی، عنقریب وہ غی میں داخل کئے جائیں گے (جو جہنم کی ایک خطرناک وادی ہے)

۱۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر ۔[۱]

جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔

۲۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اول مايحاسب به العبد يوم القيمة الصلوة ۔[۲]

بندہ سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔

اسی طرح اور مواقع پر آپ ﷺ نے نماز کو اسلام کی بنیاد[۳]، دین کا ستون[۴] اور ایمان وکفر کے درمیان حد فاصل قرار دیا ہے[۵] ——— اور اس قسم کی بے شمار آیات واحادیث اسلام میں نماز کی بنیادی اہمیت، فضیلت اور اس کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب دیتی ہیں اور اس کی خلاف ورزی پر سخت سے سخت وعید سناتی ہیں، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی برکت سے حضرات صحابہ کرام ؓ کی زندگی میں ہم کو سب سے اہم جو عبادت نظر آتی ہے وہ ''نماز'' ہی ہے۔ صحابہؓ کے برخلاف قرآن کریم منافقین کا حال بیان کرتا ہے کہ ان کو نماز سے بالکل دلچسپی نہیں، اولاً تو پڑھنا ہی نہیں چاہتے اور اگر مجبوراً پڑھنا ہی پڑا تو کسلمندی، سستی اور بے دلی سے ٹرخا لیتے ہیں:

اِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۔ (النساء ۱۴۲)

---

۱ فیض القدیر ۱۲۶/۶
۲ الترغیب والترہیب ۲۴۵/۱
۳ بخاری کتاب الایمان
۴ جامع صغیر ۱۲۰/۲
۵ مسلم ج ۲۴۷

جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے قلوب ایمان سے خالی وعاری ہیں، اسی وجہ سے ایسی بے دلی وزبردستی کی نماز کا نام ہی نبی کریم ﷺ نے ''صلوة المنافق'' رکھ دیا۔[۱] اللہ پاک ہم سب کو ذوقِ عبادت اور شوقِ صلوٰة نصیب فرمائیں اور منافقانہ نماز سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

(ز) حسد وجلن

حسد، بدترین خصلت ہے، اس کی حقیقت، دوسروں کی نعمتوں اور خوش حالی کو دیکھ کر دل میں جلنا اور تکلیف محسوس کرنا ہے، ظاہر ہے مسلمان تو مسلمان کسی شریف غیر مسلم کی بھی اکثر یہ عادت نہیں ہوتی، مگر منافقین اس بلاء میں مبتلا ہوتے ہیں، اسی مرض کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں سے ناخوش رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اگر ان کو مال اور خوش حالی عطا کرے تو ناراض، اگر فتح وغلبہ نصیب کرے تو ناراض، اگر مقاصد میں کامیابی وبامرادی ملے تو ناراض اور اگر عزت وتوقیر کی صورت پیش آئے تو ناراض، بہرحال چوں کہ ان کا اسلام تو صرف زبانی وظاہری اسلام ہے، فی الحقیقت دلوں میں مسلمانوں سے کفر وعناد چھپا ہوا ہے، اس لئے مسلمانوں، ان کے نبی اور ان کے دین کی ہر خوبی دلوں میں چبھتی اور ہر ترقی ٹیس پہونچاتی ہے۔

قرآن کریم میں حسد کو اہل کتاب اور منافقین کا مرض بتلایا گیا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں، جیسے منافقین کے بارے میں فرمایا:

« اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (النساء ۵۴)

کیا یہ لوگ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو کچھ عطا ہوا ہے اس پر ان سے حسد کرتے ہیں؟

« ایک اور جگہ پر اہل کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ ہمیشہ مسلمانوں کے کافر بن جانے کی تمنا کرتے ہیں، محض اپنے حسد کی وجہ سے؟ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ۔ (البقرة ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ حسد کی بری بیماری اہل کتاب اور منافقین کے اندر اسلام اور مسلمانوں سے بغض کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی، نبی کریم ﷺ نے بھی اس مہلکہ سے دور رہنے کی خصوصی تاکید فرمائی ہے۔

---

۱ ابوداؤد، کتاب الصلوة

۱- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب ۔[1]

اے مسلمانو! حسد سے اہتمام سے بچو اس لئے کہ یہ بیماری نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ ایندھن کو۔

۲- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء ۔[2]

پچھلے لوگوں کی بری عادتیں تم لوگوں میں تیزی سے آرہی ہیں، ایک حسد اور ایک بغض یہ دین کو مونڈ دینے والی برائیاں ہیں۔

۳- وعن انس ان الحسد یطفیء نور الحسنات ۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حسد نیکیوں کے نور کو زائل کردیتا ہے۔

اسی طرح امام غزالیؒ نے سلف صالحین کے بھی اس سلسلہ میں اقوال نقل فرمائے ہیں، مثلاً:

◄◄ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد پہلا گناہ یہی حسد کا گناہ ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ومرتبت سے حسد کرکے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے انکار کردیا تھا (بعض سلف)

◄◄ حضرت آدم علیہ السلام کے دُنیا میں تشریف لانے کے بعد بھی پہلا گناہ یہی "حسد" ہے کہ ہابیل نے قابیل کو حسد ہی کی وجہ سے قتل کردیا تھا۔ (عون بن عبداللہ)

◄◄ حسد ایسا زخم ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا اور حاسد کی ہلاکت کے لئے یہ زخم ہی کافی ہے۔ (بعض حکماء)

◄◄ حسد مت کرو اس لئے کہ محسود کو وہ نعمت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعاماً واکراماً ملی ہے تو اس سے حسد اللہ تعالیٰ سے شکایت اور اس کی مخالفت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے غصہ اور ڈھیل کی طور پر ملی ہے تو اس وسیلہ عذاب پر حسد کرنا حماقت ہی ہے۔ (حسن بصریؒ)[4]

---

۱ ابوداؤد ۲۷۶/۳
۲ ترمذی کذا فی فیض القدیر ۶۳۳/۳
۳ ابوداؤد ۲۷۶/۳
۴ احیاء علوم الدین ۲۰۰/۳

◄◄ فقیہ سمرقندیؒ فرماتے ہیں : حسد کرنے والے کو پانچ بدلے اس سے بھی پہلے مل جاتے ہیں کہ اس کے حسد کی محسود کو اطلاع ہو : (۱) نہ ختم ہونے والا غم (۲) ناقابل اجر مصیبت (۳) ناقابل تحمل مذمت (۴) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی (۵) توفیق کا دروازہ بند ہوجانا۔[1]

◄◄ احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں : حاسد کو کبھی راحت وسکون نہیں مل سکتا، اسی طرح بھونے کو کبھی عزت ومرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

◄◄ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں : میں نے کبھی کسی پر حسد نہیں کیا اس لئے کہ اگر وہ جنتی ہے تو جنتی پر حسد کیسے کرتا اور اگر دوزخی ہے تو دوزخی پر حسد کا کیا سوال ہے؟

◄◄ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے : حاسد کے لئے مجمعوں میں ذلت ورسوائی، تنہائی میں حسرت وغم، ملائکہ کے سامنے ان کی لعنت وبغض، موت کے وقت شدت ہول، حشر میں شرمندگی وندامت اور جہنم میں سوزش وجلن کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ حسد انتہائی بری عادت ہے جو اللہ تعالیٰ، اس کے انبیاء، ملائکہ، صالحین واولیاء سب کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، انسانی شرافت کے بھی خلاف ہے مگر منافقین اس میں اس طرح مبتلاء ہیں کہ ان کی گویا علامت بن گئی ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس بری بلاء سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہئے۔

علاج اس کا یہی ہے کہ جب بھی اپنے اندر دوسروں کی نعمت پر حسد وجلن محسوس ہو تو اس پر غور کرے کہ اس شخص کو یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے، پس اگر میں اس کو پسند نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور مشیت کی مخالفت اور اس سے ناراضگی متصور ہوگی، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ شمار ہوگا، ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ دُنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کے سوا کیا ہوسکتا ہے، اس لئے اس کیفیت کو دل ہی میں دبا کر اس شخص کے لئے بقاء نعمت کی دُعا کرنا چاہئے۔

(ح) چغل خوری

قرآن وحدیث میں چغل خوری اور دو غلے پن کی بھی بہت مذمت بیان کی گئی ہے، یہ بھی

---

۱ تنبیہ الغافلین ص ۱۲۸
۲ تنبیہ الغافلین ۱۲۸-۱۳۲

منافقانہ بزدلی کا مظہر اور شجرۂ نفاق ہی کا پھل ہے، سلیم الطبع، سنجیدہ مزاج آدمی تو اس گھناؤنی اور شیطانی حرکت کو پسند بھی نہیں کرتا، خواہ مسلمان بھی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

◄ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ . هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ . مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ . (القلم ۱۰-۱۲)

اے نبی ﷺ! آپ کسی قسمیں کھانے والے، جھوٹ بولنے والے، عیب جوئی کرنے والے، چغل خوری کرنے والے، خیر و بھلائی سے روکنے والے، حد سے گذر جانے والے گنہگار کا کہنا مانیں۔

◄ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ یہ بری عادتوں والا ——— جن کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اس سے خبردار و ہوشیار رہنے کے لئے فرمایا ہے ——— اخنس بن شریق منافق ہے اور ''مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ'' بری باتیں اِدھر اُدھر لگا کر لوگوں کے درمیان فساد و عناد پیدا کرنے والے کو کہتے ہیں۔[1] اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان بری خصلتوں سے کس قدر ناراضگی ہے، جب کہ منافق ان سب عادتوں میں مبتلا ہے۔

◄ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ . (الھمزہ ۱)

بربادی ہے ہر طعنہ زن، عیب جو کے لئے۔

◄ حضرت ابن عباسؓ کے بقول یہ سورۃ بھی اخنس بن شریق ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس میں اس کی بری عادتوں، عیب جوئی، طعنہ زنی، مال کی حد سے زیادہ محبت کا ذکر کرکے جہنم کی خطرناک آگ کو اس کا ٹھکانہ بتلایا گیا ہے۔[2]

◄ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ . وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ . (اللھب ۳-۴)

عنقریب ابولہب کو دہکتی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی کو بھی جو لگائی بجھائی کرتی ہے۔

◄ حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ نے ''حَمَّالَةَ الْحَطَبِ'' کی تفسیر چغل خوری ہی سے کی ہے[3]

---

۱ زادالمسیر ص ۱۳۹۸

۲، ۳ زادالمسیر ص ۱۳۹۸

ان کے علاوہ بھی متعدد آیات میں اس حرکت کی مذمت سخت سزا اور دہکتی آگ میں ڈالے جانے کی وعید کے ذریعہ بیان کی گئی ہے، سورۃ التحریم میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی جس خیانت کا ذکر ہے مفسرین کے نزدیک اس سے مراد بھی ان کی لگائی بجھائی کی عادت ہے کہ اپنے شوہروں ——— جو کہ پیغمبر تھے ——— کے راز اور ان کے عزائم چوری سے قوم تک پہنچایا کرتی تھیں، والعیاذ باللہ.

اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات گرامی بھی ملاحظہ کرلیجئے :

۱- قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لایدخل الجنة قتات ، وفی روایة لمسلم نمام .[1]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۲- وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من کان له وجهان فی الدنیا کان له یوم القیامة لسانان من نار .[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : جس شخص کے دُنیا میں دو چہرے ہوں گے، یعنی ادھر جا کر اس کی ہمدردی جتاتا اور اُدھر جا کر اس کی ہمدردی جتاتا ہے تو قیامت کے دن ایسے شخص کے منہ میں دو آگ کی لگامیں ہوں گی۔

۳- وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : تجد من شرار الناس یوم القیامة عند اللہ ذالوجهین الذی یأتی هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه .[3]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : قیامت میں تم لوگ، سب سے بدترین آدمی اس کو پاؤ گے جو دو چہرہ والا ہے، اس کے پاس ایک شکل میں آتا ہے، اُس کے پاس ایک دوسری صورت میں آتا ہے۔

واضح رہے کہ عام طور سے آدمی ایسی حرکت دو آدمیوں کو لڑانے اور اختلاف برپا کرنے

---

۱ بخاری، کتاب الادب ۵۰

۲ ابوداؤد، کتاب الادب

۳ بخاری، کتاب الادب ۵۲

کے لئے کرتا ہے، یہ وعیدیں اسی صورت میں ہیں، ورنہ اگر کوئی دو آدمیوں کو جوڑنے اور تعلقات بحال کرانے کے لئے ایسی جدوجہد کر رہا ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ اس وعید میں شامل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عظیم تر اجر کا وعدہ ہے۔ بلکہ اس کارخیر میں اس کے لئے ضرورت پر جھوٹ سے تک مدد لینے کی اجازت دی گئی ہے۔

۴- وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الا اخبركم بشراركم ، قالوا بلىٰ! قال المشاؤن بالنميمة ، المفسدون بين الاحبة ، الباغون البراء العنت .[1]

نبی کریم ﷺ نے ایک دن فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو شرپسند آدمی سے خبردار نہ کروں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: ضرور بتلا دیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ چغل خوری کرتے ہیں، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے میں اور نیک بندوں کو برائی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

۵- مر النبي صلى الله عليه وسلم : بقبرين فقال انهما ليعذبان ، وما يعذبان بكبير اما احدهما فكان لايستتر من البول واما الآخر فكان يمشي بالنميمة .[2]

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کا گذر دو قبروں پر ہوا، آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ عذاب بھی ایسی بات پر جسے لوگ بڑی نہیں سمجھتے، ایک کو تو اس لئے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، دوسرے کو چغل خوری کی وجہ سے۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث چغل خوری کی مذمت کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کا ایک نمونہ ہیں، ورنہ اور بھی آیات واحادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں، اب حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کا ایک تشریحی نوٹ اس سلسلہ میں ملاحظہ کر لیجئے:

---

۱ الترغیب والترہیب ۱۳۹/۵ — ۲ بخاری ۳۵/۱

"جن بری عادتوں کا تعلق زبان سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو سنگین جرم اور گناہ عظیم قرار دیا ہے اور جن سے بچنے اور پرہیز کرنے کی آپ نے سخت ترین تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک چغل خوری بھی ہے یعنی کسی کی ایسی بات دوسروں کو پہونچانا جو اس شخص کی طرف سے اس دوسرے آدمی کو بدگمان اور ناراض کر کے باہمی تعلقات کو خراب کر دے۔ اسی بری عادت کا نام چغل خوری ہے —— چونکہ آپس کے تعلقات کی درستی وخوش گواری اور حسن معاشرت اور باہم میل ومحبت تعلیم نبویؐ کے مقاصد میں سے ہے (یہاں تک کہ ایک حدیث میں بعض حیثیتوں سے اس کو عبادات سے بھی اہم قرار دیا گیا ہے) اس لئے جو چیز باہمی تعلقات کو خراب کر کے بغض وعداوت اور مخالفت ومنافرت پیدا کرے، ظاہر ہے کہ وہ بدترین درجہ کی معصیت ہوگی۔ بہرحال چغل خوری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے سخت ترین گناہوں میں سے بتلایا ہے اور آخرت میں سامنے آنے والے اُس کے برے انجام سے پوری طرح ڈرایا ہے۔"[1]

نفاق وبدباطنی کی ان معروف علامات کے علاوہ قرآن وحدیث میں ان کی اور بھی ذیلی بیماریاں ملتی ہیں، مثلاً: (ط) جہاد سے جی چرانا (ی) بخل یعنی راہ خدا میں صرف کرنے سے کترانا (ک) مسلمانوں کا استہزاء اور ان کا مذاق اُڑانا (ل) نبی کریم ﷺ پر بے جا اعتراضات کر کے آپ کو رنجیدہ کرنا (م) افواہیں پھیلانا (ن) عورتوں سے چھیڑ چھاڑ وغیرہ نیز ملاحظہ فرمائے اسی رسالہ کے عنوان ''نفاق، قرآن کریم کی روشنی میں'' کا سورۂ توبہ سے متعلق پیراگراف۔

●●●

---

۱ معارف الحدیث ۲۵۱/۲

نفاق کے دُنیوی واُخروی نتائج

۱) منافقین کو اکرام سے محروم کیا جاتا ہے :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لاتقولن المنافق سید ، فانہ ان یکن فقد اسخطتم ربکم [1] وفی روایۃ ، اذا قال الرجل للمنافق "یاسید" فقد اغضب ربہ .

نبی کریم ﷺ نے فرمایا : منافق کو سردار مت کہو (یعنی تکریم کا لفظ استعمال مت کرو) اس لئے کہ ایسا کرنے کی وجہ سے تم اپنے رب کو ناراض کرلو گے، اگرچہ کہ وہ کسی کا سردار بھی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس نے منافق کو "سردار" کہہ کے مخاطب کیا تو اس نے اپنے رب کو ناراض کیا۔

۲) منافق کی موت بری ہوتی ہے :

نبی کریم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو ایسی طوفانی ہوا اور آندھی چلی، لگتا تھا کہ سوار اپنی سواریوں سمیت ریت میں چھپ جائیں گے، راوی حضرت جابر ؓ کا خیال ہے کہ اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا : بعثت ھذہ الریح لموت منافق "یہ بدترین ہوا کسی منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے" چنانچہ مدینہ پہنچنے پر ایک بڑے منافق کے مرنے کی اطلاع ملی۔[2]

۳) منافقین کی حرکتوں پر کائنات برہم ہوتی ہے :

نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایک مرتبہ سخت بدبودار ہوا چلی، اس پر آپ ﷺ نے

۱ الترغیب والترہیب ۱۶۹/۶ ۲ مسلم ، صفات المنافقین ۱۲

ارشاد فرمایا : "کچھ منافقین مسلمانوں کی غیبت کررہے ہیں، یہ سڑی بدبو اسی کی وجہ سے بھیجی گئی ہے۔"[1]

۴) منافقین کا جسم قیامت کے دن شدید حرارت میں ہوگا :

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے ایک بخار میں مبتلا شخص کی عیادت کی، صحابہ کرام ؓ نے دیکھا کہ ان کا جسم نہایت ہی گرم ہے تو انھوں نے عرض کیا : "بخدا! اس قدر سخت جلتا ہوا جسم ہم نے آج تک نہیں دیکھا" آپ ﷺ نے فرمایا : "یہ دو سوار جو منھ پھیرے کھڑے ہیں، قیامت کے دن ان کے جسم اس سے بھی زیادہ تپتے ہوں گے۔"[2]

۵) منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ڈالے جائیں گے :

اللہ تعالی کا ارشاد ہے :

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا

(النساء ۱۴۵)

یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۶) منافقین نبی کریم ﷺ کی دعاو نماز سے محروم ہوں گے :

حضرت نبی کریم ﷺ نے ازراہ شفقت ایک منافق کی نماز جنازہ پڑھنی چاہی تو اللہ تعالی نے وحی بھیج کر اس کی ممانعت فرمادی، پھر نبی کریم ﷺ نے کبھی نہ کسی منافق کے جنازہ پر نماز پڑھی اور نہ کبھی اس کی قبر کی زیارت کی ، فما صلی بعدہ علی منافق ولا قام علی قبرہ حتی قبضہ اللہ .[3]

۷) منافقین کے حق میں نبی کریم ﷺ کی سفارش واستغفار بھی مفید نہیں ہے :

اللہ تعالی نے فرمایا ہے : اے نبی ﷺ! جو لوگ اللہ کی راہ میں خیرات کرنے والے مسلمانوں کی دل آزاری اور ان کا استہزاء کررہے ہیں، ان منافقین کے لئے آپ استغفار کریں یا

۱ الادب المفرد للبخاری حدیث ۷۳۳ ۲ سنن الکبری للبیہقی ۳۴۳/۸
۳ ترمذی ، کتاب التفسیر سورۃ التوبہ

ذکر یں، اللہ تعالیٰ تو ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا، بلکہ ان کو عذاب الیم دے گا۔ (التوبہ ۸۰)

۸) منافقین کے قلوب کو دین سے پھیر دیا جاتا ہے :

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ . (التوبہ ۱۲۷)

۹) منافق کے مرض کو اور بڑھا دیا جاتا ہے :

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا . (البقرۃ ۱۰)

۱۰) منافقین ہمیشہ برائی و بربادی میں گھرے رہتے ہیں :

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ . (التوبہ ۹۸)

۱) منافقین کے قلوب پر محرومی کی غیر محسوس مہر لگا دی جاتی ہے :

وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ . (التوبہ ۸۷)

۱۱) منافقین ہر سال کسی نہ کسی آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں، مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ نہ توبہ کرتے ہیں نہ سبق لیتے ہیں :

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ . (التوبہ ۱۲۶)

یہ اور ان کے علاوہ بہت سے نقصانات و عقوبات قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے ہیں، جو نفاق کے لازمی نتیجے کے طور پر منافقین کو بھگتنے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی اس مرض سے حفاظت فرمائے۔ آمین

●●●

نفاق پیدا کیسے ہوتا ہے؟

جیسا کہ پچھلی تمام تفصیلات سے معلوم ہو چکا کہ ''نفاق'' ایک قلبی مرض ہے اور نہایت ہی مہلک و خطرناک مرض ہے تو ظاہر ہے کہ اس مرض کے پیدا ہونے کے کچھ اسباب بھی ہوں گے، جس طرح جسمانی امراض کسی سبب سے وجود میں آتے ہیں، اسی طرح روحانی اور قلبی بیماریوں کے وجود میں آنے کی بھی کچھ وجوہات ہوتی ہیں، ذیل میں ایسی چند وجوہات کی نشان دہی کی کوشش کی جا رہی ہے، کیوں کہ ماہر طبیب بیماری سے زیادہ بیماری کی وجوہات کی طرف توجہ دیتا ہے، تا کہ مرض جڑ سے ختم ہو سکے اور دوبارہ عود کرنے کا خطرہ کم ہو سکے۔ واللہ ولی التوفیق

۱) بے دینوں کی صحبت سے

منافقین کی دوستی ہمیشہ کافروں، مشرکوں اور بے ایمانوں کے ساتھ رہا کرتی تھی، وہ مسلمانوں سے بس اغراض کے لئے ملتے اور جڑے رہتے تھے، مگر قلوب دشمنانِ اسلام کے ساتھ وابستہ تھے، قرآن کریم میں بار بار اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کا ذکر فرمایا ہے، ایک جگہ فرمایا ہے

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ . (البقرۃ ۱۴)

جب یہ لوگ اپنے شیطانوں (یعنی کفار و مشرکین) سے ملتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں : ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

جب تک ضرورت مجبور کرتی اہل ایمان کی صحبت میں رہتے اور جیسا ہی کچھ موقعہ ملتا انہی بے دینوں کی صحبت و معیت میں جا پہنچتے تھے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار ان کو ایسے لوگوں کی دوستی اور قلبی تعلقات سے روکا تھا : مثلاً

لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ . (الممتحنۃ ۱)

میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

لَاتَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَاءَ . (المائدہ ۵)

یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔

مگر چوں کہ ان کے قلوب کفر سے مانوس تھے، اس لئے ان کی محبت و معیت کو نہیں چھوڑتے تھے، نتیجتاً اس مہلک بیماری اور اس کے خطرناک عواقب میں مبتلا ہو گئے۔

۲) بے دینی اور گمراہی کی باتیں سننے سے

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ .

اور ہم نے تم لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ جب تم ایسی باتیں سنو، جن سے اللہ کی آیات و احکام کا انکار، اور ان کا مذاق ہوتا ہے تو ایسی باتیں کرنے والوں کے ساتھ مت بیٹھو، جب تک کہ دوسری گفتگو نہ شروع ہو جائے۔ اگر بیٹھو گے اور سنو گے تو تمہارا شمار بھی ان ہی لوگوں میں ہوگا۔

خواہ تم نے کچھ بھی نہ کہا ہو۔ اس ممانعت کے باوجود یہ لوگ ان کے ساتھ بیٹھتے اور ان کی باتوں کو دلچسپی سے سنا کرتے تھے۔ نتیجتاً ان کا کفر پختہ ہوتا گیا اور باوجود ظاہراً اپنے کو مسلمان جتانے کے بھی ان کا کافروں کے ساتھ حشر ہوگا۔ ارشاد باری ہے :

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا .

اللہ تعالیٰ بلاشبہ منافقوں اور کافروں دونوں کو جہنم میں اکٹھا فرمائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ بے دینوں اور غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے والوں کی مجلسیں اور ان کی باتیں آدمی کے باطن کو بے نور و بے حس بنا کے رکھ دیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ اس کے اندر بے باکی اس انتہا کو پہونچ جاتی ہے کہ کفر و الحاد سے بھی نہیں ڈرتا۔ آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے، اسی لئے نفاق بھی عام

ہوتا جا رہا ہے، اس سے سخت اجتناب کی ضرورت ہے۔

۳) گناہوں پر ڈھٹائی سے

یہ لوگ اپنی بری عادتوں پر سختی سے قائم تھے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی موعظت و نصیحت کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ ان باتوں کا استہزاء و تمسخر کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں ایک منافق کی بدعہدی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ . (التوبہ ۷۷)

پھر اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے قلوب میں ''نفاق'' قیامت تک کے لئے پیوست ہو گیا۔

حضرت شیخ الہندؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں : ''یہی سنت اللہ ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بری خصلت خود اختیار کر لیتا ہے تو کثرت ممارست و مزاولت (یعنی مسلسل اس کو اختیار کئے رہنے) سے وہ دائمی بن جاتی ہے'' چنانچہ حدیث پاک میں بھی ہے کہ ''جو شخص تین جمعے مسلسل ترک کر دے گا اسے منافق لکھ دیا جاتا ہے۔''[۱]

اگر چہ کہ اس سے نفاق عملی ہی مراد ہے، مگر پیچھے سلف صالحین کا یہ قول گذر چکا ہے کہ نفاق عمل پر اصرار نفاق عقیدہ کا سبب بن سکتا ہے، اسی لئے تو اسلاف کرام اس قدر ڈرا کرتے تھے۔

۴) گانا، گانے اور سننے کی عادت سے

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

الغناء ينبت النفاق فى القلوب كما ينبت الماء البقل .[۲]

گانا گانے کی عادت آدمی کے دل میں اس طرح نفاق کو اگاتی ہے، جس طرح پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔

اسی وجہ سے حضرات صحابہ کرام ؓ گانے باجے سے بہت بچتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں بانسری کی آواز کہیں سے آنے

---

۱ الترغیب والترہیب ۱/۳۶۳ ۲ السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۳۷۷

گئی تو انھوں نے فوراً اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے اور راستہ بدل کر چلنے لگے، کچھ دور جا کر ساتھ والوں سے پوچھا : ''آواز بند ہوگئی''؟ جب بتلایا گیا کہ اب اس کی آواز نہیں آرہی ہے تو ہاتھ کانوں سے ہٹالیا اور فرمایا : ''میں نے ایسا اس لئے کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی —— ایک دفعہ ایسی صورت پیش آئی —— تو اسی طرح کیا تھا۔''[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب نفاق تو نفاق اس کے پیدا کرنے والے اسباب سے بھی کس قدر ڈرتے اور دور رہا کرتے تھے، ان کے برخلاف آج گانے اور موسیقی کا استعمال مسلمانوں کا کس قدر پسندیدہ مشغلہ اور شوق بن گیا ہے۔ والعیاذ باللہ من النفاق واسبابہ.

●●●

[1] السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۳۷۷

نفاق دور کیسے ہوتا ہے؟

۱) ان تمام بری عادتوں سے دوری اختیار کرنا جو منافقین کی علامات و عادات کے ضمن میں قرآن و حدیث کے حوالہ سے بیان ہو چکی ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ان باتوں سے مطلع فرمانا اسی لئے ہے کہ اہل ایمان ان سے دور رہتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کا سامان کرسکیں۔

۲) بالخصوص گذشتہ مضمون میں بیان کردہ اسباب نفاق (۱) برے لوگوں کی صحبت (۲) بری باتوں کی مجلسوں میں شرکت (۳) گناہوں پر اصرار و مداومت اور (۴) گانا، باجا سننے اور گانے کی عادت سے سختی سے پرہیز کرنا، جیسا کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین ان امور سے اپنے کو حتی المقدور دور رکھتے تھے۔

۳) نماز باجماعت تکبیر اُولیٰ کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی عادت ڈال لینا، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے (اخلاص کے ساتھ) چالیس دن تک اس طرح نماز باجماعت کا اہتمام کرے کہ تکبیر اُولیٰ فوت نہ ہو تو اس کے لئے دو براءتیں لکھ دی جاتی ہیں : ایک دوزخ کی آگ سے اور دوسرے نفاق سے۔''[1]

مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف چالیس دن کرے، بلکہ عادت ڈال لینا مراد ہے، چالیس دن کی پابندی فطری طور پر آدمی کی حالت کے بدلنے اور عادت کے پڑنے میں مفید و مؤثر ہوتی ہے۔

۴) درج ذیل دعاؤں کا اہتمام کرنا، معانی و مفہوم کے استحضار اور لجاجت و عاجزی کے اظہار کے ساتھ :

[1] ترمذی ۱/ ۳۳ ۲۷

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ ، وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ ، وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ ، وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ ، فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ [1]

اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے اعمال کو ریاء سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو خیانت و بدنگاہی سے پاک کر دیجئے، آپ تو آنکھوں کی خیانت اور دل کے چھپے رازوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ ، وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَةً . [2]

اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے عمدہ بنا دیجئے اور میرا ظاہر بھی اچھا بنا دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ النِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْأَخْلَاقِ . [3]

اے اللہ! میں نفاق سے، شقاق سے اور برے اخلاق سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں

پہلی دُعا میں آپ ﷺ نے نفاق، ریا، جھوٹ اور خیانت سے دل کی پاکیزگی کو طلب کیا ہے، نفاق اصل بیماری اور روگ ہے اور ریا، جھوٹ اور خیانت اس کے لازمی نتائج ہیں۔ دوسری دُعا میں نفاق سے پناہ کی دُعا بھی ہوگئی اور ایمان خالص کی حقیقت بھی سمجھ میں آگئی کہ آدمی کو اپنی تمام حرکات وسکنات اور اقوال واعمال میں پابند شریعت اور متبع سنت ہونا چاہئے، لیکن یہ پابندی اسی وقت قابل اعتبار اور لائق قبولیت ہوسکتی ہے، جب کہ اس کا باطن بھی ظاہر کے موافق، بلکہ اس سے بہتر ہو، یعنی ایمان واخلاص کے ساتھ ہو، ورنہ سب ریاء کاری و دکھاوا ہے۔ تیسری دُعا سے معلوم ہوا کہ بداخلاقی نفاق کا پھل ہے، جس طرح خوش خلقی ایمان کا ثمرہ ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”حیاء اور کم گوئی ایمان کے شعبے ہیں، بدزبانی اور زور آوری نفاق کے شعبے ہیں“۔ [4]

•••

۱ بیہقی فی الدعوات الکبیر

۲ ترمذی ۵/۳۳۹

۳ نسائی باب الاستعاذہ

۴ مشکوٰۃ، کتاب الآداب

حاصل کلام

جیسا کہ معلوم ہو چکا منافقین بدترین اور شدید ترین کافروں کا ایک گروہ تھا جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مفاداتِ حاصلہ کے لئے دل میں کفر کو چھپا کر زبان سے اسلام کا اظہار کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی شناخت نبی کریم ﷺ کو کرادی اور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو ان کی علامات ونشانیاں بتلادی تھیں اور اس مرض سے اچھی طرح خبردار کردیا تھا، یہ گروہ اگرچہ محققین کے نزدیک ہر زمانہ میں پایا جاتا رہے گا مگر اس کی تحقیق قلب کی کیفیت کا یقینی علم حاصل ہونے پر موقوف ہے، وہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ ادھر چوں کہ وحی الٰہی کا سلسلہ ختم نبوت کی وجہ سے موقوف ہوگیا، اس لئے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اعتقادی منافقین کی یقینی تشخیص ممکن نہیں رہی، اسی لئے نفاق اکبر کا حکم اب کسی پر نہیں لگایا جاسکتا، چنانچہ بخاری میں سیدنا حضرت حذیفہ ؓ کے اس ارشاد: ”منافقین (اعتقادی) حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں (متعین) ہوا کرتے تھے، اب یا تو مومن ہوگا یا کافر اور بس“ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں قلوب کی کیفیت حقیقی معلوم نہیں کی جاسکتی، اس لئے ظاہری احوال واعمال کی جو غالب اور یقینی صورت حال نظر آئے گی، اس کی روشنی میں یا اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا یا کافر۔ رہ گیا نفاق اصغر یعنی عملی نفاق تو وہ ہر وقت پایا جاسکتا ہے، علامات کی روشنی میں اس کا حکم بھی لگایا جاسکتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے خطرہ سے کوئی شخص خالی نہیں ہے۔ الا ما رحم ربی

•••

پس چہ باید کرد!

نفاق کے بارے میں گذشتہ صفحات میں سب کچھ معلوم ہوگیا! سوال یہ ہے کہ اب کرنا کیا چاہئے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور اہل اللہ کے ملفوظات میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تمام برائیاں —— جو نفاق کی علامت کے طور پر سامنے آئی ہیں، نیز ان کے علاوہ بھی تمام فواحش ومنکرات —— آدمی کے اندر قلت حیاء یعنی اللہ تعالیٰ سے شرم کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور اسی کی وجہ سے پروان چڑھتی اور مضبوط ہوتی ہیں۔

اس لئے سب سے پہلے اپنے اندر ''حقیقی حیاء'' پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس کے لئے ایک کتاب عام فہم اور مؤثر مواد پر مشتمل بنام ''اللہ سے شرم کیجئے'' ہے، اس کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے، یہ کتاب اس زمانہ کے ایک صالح ومتقی عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری دامت برکاتہم کی تصنیف ہے اور دینی کتب کے دکانوں پر ان شاء اللہ آسانی سے مل جائے گی۔

کبھی فرصت سے یکسوئی کی جگہ بیٹھ کر اپنے احوال واعمال پر گہری نظر ڈال کر دیکھا جائے کہ ہمارے اندر علامات نفاق میں بتلائی ہوئی برائیاں کتنی پائی جاتی ہیں، اسی طرح دوسری بری عادتیں جو قرآن وحدیث میں ناپسندیدہ اور گناہ کی بتلائی گئی ہیں ہمارے اندر کتنی ہیں؟ اور کون کون سی؟ ان کی ایک فہرست بنالی جائے۔

اہل اللہ اور بزرگان دین میں سے جن سے زیادہ عقیدت ومحبت ہو تھوڑا وقت نکال کر ان کی صحبت میں جایا جائے اور اپنے حالات کے سلسلہ میں ان سے مشورہ لے کر ایک ایک برائی کو دور کرنے کی مسلسل سعی اور کوشش کی جائے، اور اپنے اپنے علاقہ میں غور اور علماء سے تحقیق کرنے پر

ایسے علماء ربانیین اور مصلحین ضرور مل جائیں گے اور اگر اپنے مشاغل کی وجہ سے جانا مشکل ہو تو پتہ معلوم کرکے خط وکتابت کے ذریعہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کے لئے مشاورت کا سلسلہ اہتمام اور پابندی سے رکھا جائے، یہ بھی یاد رہے کہ نفس وشیطان اس اہم کام میں بھی منافقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے حالات کی اطلاع اور ہدایات کی اتباع میں دیانت اور خوف خدا سے کام لیا جائے ورنہ یہ صحبتیں اور یہ خط وکتابت بھی کچھ نفع نہ دے گی۔

پچھلے صفحات میں ایک عنوان ہے ''نفاق دور کیسے ہوگا؟'' اس کے تحت جن تدابیر کو بیان کیا گیا ہے، اس پر اہتمام سے عمل اور اللہ تعالیٰ سے نہایت اخلاص کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام کیا جائے اور حتی المقدور اچھی صحبت اور سچے دوستوں میں رہنے کی کوشش کی جائے، ایسے لوگ فراہم نہ ہوں تو اپنی معاشی مصروفیات کے علاوہ بقیہ وقت قرآن کریم کی تلاوت اور دینی کتب کے مطالعہ میں مصروف کیا جائے۔ بزرگان دین نے اہل اللہ کے ملفوظات کے مطالعہ کو مجبوری کے وقت ان کی صحبت کے قائم مقام سمجھا ہے۔

ان شاء اللہ ان تدابیر کی برکت سے ضرور اس مرض سے نجات اور نیکوکاری وپرہیزگاری کی زندگی نصیب ہوگی، جس کو قرآن کریم میں ''حیوۃ طیبۃ'' فرمایا گیا ہے۔

تین دعائیں نفاق سے حفاظت کے سلسلہ میں پیچھے درج کی جاچکی ہیں۔ یہاں منافقین کے شر اور مکر سے حفاظت کے لئے دو دعائیں اور درج کی جارہی ہیں اس کا بھی اہتمام کیا جائے تو بہتر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ خَلِیْلٍ مَاكِرٍ عَیْنَاهُ تَرَیَانِیْ، وَقَلْبُهٗ یَرْعَانِیْ، اِنْ رَّاٰی حَسَنَةً دَفَنَهَا، وَاِنْ رَّاٰی سَیِّئَةً اَذَاعَهَا. (فیض القدیر ۲/۱۸۰)

اے اللہ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے مکار دوست سے جو دیکھنے میں تو جگری دوست لگتا ہے مگر دل سے پکا دشمن ہے۔ اس کی آنکھیں مجھے دیکھتی رہتی ہیں اور اس کا دل میرے ٹوہ میں رہتا ہے۔ اگر میرے اندر کوئی بھلائی نظر آتی ہے تو چھپا دیتا ہے اور برائی دکھائی دیتی ہے تو خوب پھیلاتا اور تشہیر کرتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَايُدْرِكُنِيْ زَمَانٌ ، وَلَا يُدْرِكُوْا زَمَانًا ، لَايُتْبَعُ فِيْهِ الْعَلِيْمُ ، وَلَايُسْتَحْيٰ فِيْهِ مِنَ الْحَلِيْمِ ، قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْاَعَاجِمِ ، وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ ۔ (ایضا ۱۸۵/۲)

اے اللہ! میں ایسے زمانہ کو نہ پاؤں اور میرے صحابہ بھی اس زمانہ کو نہ پاویں جس میں علماء کی (دین کے اُمور میں) اتباع اور شرفاء سے شرم نہ کی جائے گی۔ اس زمانہ کے لوگوں کے قلوب عجمی (سخت) ہوں گے اور زبانیں عرب کی طرح شیریں وگداز ہوں گی۔

علامہ عبدالروف مناویؒ فرماتے ہیں کہ شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ ان دونوں دُعاؤں میں جن لوگوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ ان سے مراد "منافقین" ہی ہیں۔ (ایضا)

بس! انہی مبارک دُعاؤں پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے کرم سے نفاق حقیقی اور نفاق عملی دونوں سے آخری سانس تک محفوظ رکھیں، اور خاتمہ بالخیر فرما کر ابدی رفعتیں اور راحتیں نصیب فرماویں۔ آمین

●●●

عقائدِ اسلامی کا

دل سے بھی اقرار اور زبان سے بھی اقرار —— ایمان ہے

دل سے بھی انکار اور زبان سے بھی انکار —— کفر ہے

دل سے انکار اور زبان سے اقرار —— نفاق ہے

دل سے اقرار اور زبان سے انکار

اگر جبر و اکراہ کی وجہ سے ہو تو —— عذر ہے

ضد و تعصب کی وجہ سے ہو تو —— کفر ہے